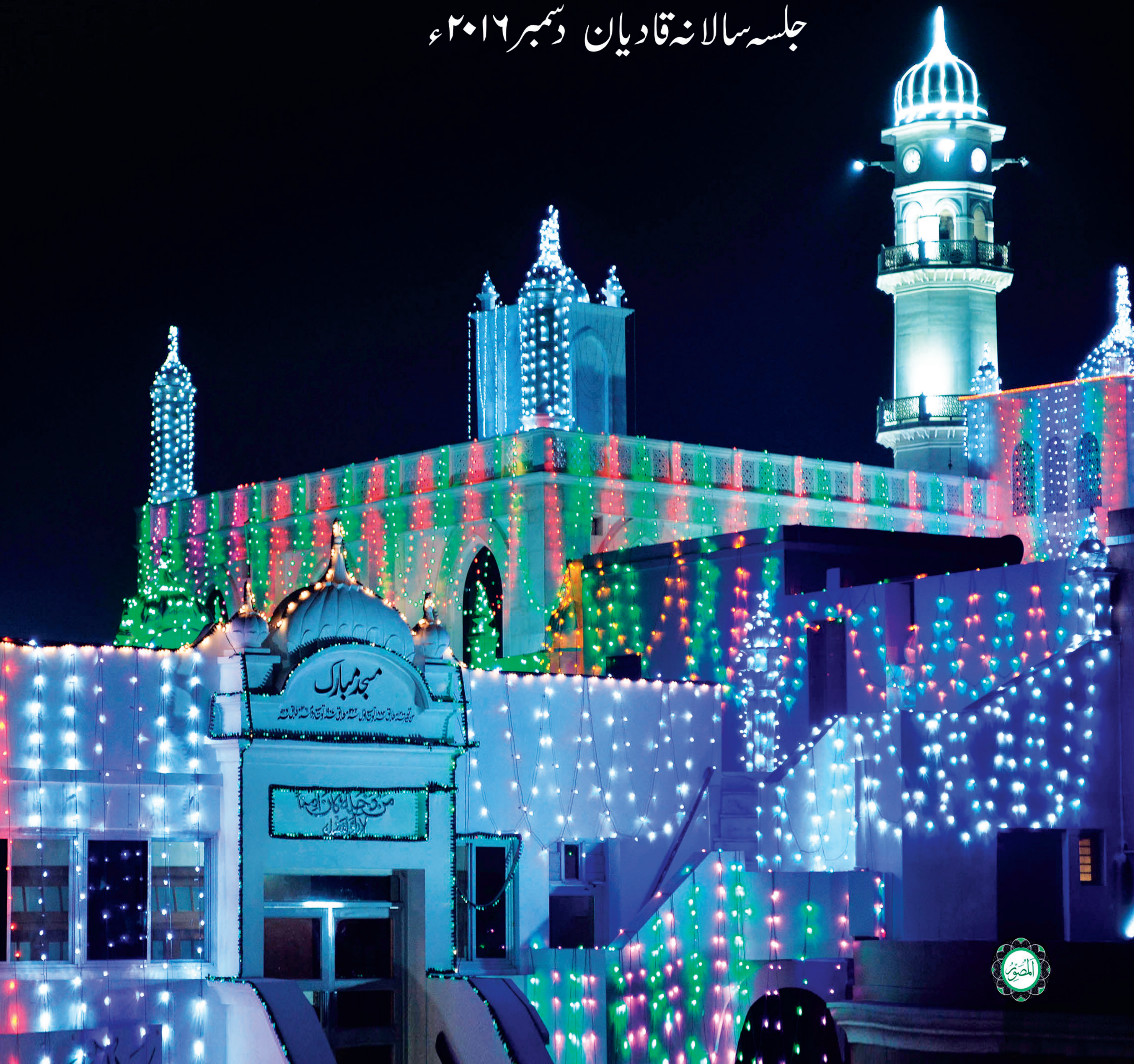
مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ

انصارالدین

جلد ۱۴ نمبر ۱ صلح، تبلیغ ھجری شمسی ۱۳۹۵ جنوری، فروری ۲۰۱۷ء

جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۲۰۱۶ء



جلسہ سالانہ قادیان دسمبر ۲۰۱۶ء



﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریمؐ وعلیٰ عبدہ المسیح الموعودؑ﴾

انصار الدین

جلد 14 نمبر 1 مجلس انصاراللہ برطانیہ کا تعلیمی، تربیتی اور معلوماتی مجلّہ جنوری و فروری 2017ء

انصار اللہ کا عہد

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظامِ خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔ (انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

تمام انصار اپنا جائزہ لیں کہ کیا آپ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے تحت جماعت احمدیہ کی ترقیات اور احمدیوں کی حفاظت کے لئے روزانہ دو نفل ادا کر رہے ہیں اور ہفتہ وار نفلی روزہ کا اہتمام کر رہے ہیں؟

صدر مجلس:
ڈاکٹر چوہدری اعجاز الرحمٰن
قائد اشاعت: راجہ منیر احمد
مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر شمیم احمد
مدیر: محمود احمد ملک
نائبین: صفدر حسین عباسی، حبیب الرّحمٰن غوری۔
مینیجر: نعیم گلزار
ڈیزائننگ: عامر احمد ملک
ترسیل: سعادت جان (انچارج)
محمد یوسف۔ ناصر احمد میر۔
محمد اعظم خان۔ سلیم احمد

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5PT e-mail address: ansaruddin@ansar.org.uk

درس القرآن

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰۤى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبة:18)

جان، مال، وقت کو قربان کرنے کی جو مثالیں ملتی ہیں وہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت میں ہی ملتی ہیں۔ یہ مزاج جماعت احمدیہ کا ہر جگہ ہے چاہے وہ پاکستان کے احمدی ہوں، جانی و مالی قربانی پیش کرنے والے ہیں۔ چاہے وہ افریقہ کے رہنے والے احمدی ہیں جن کے پاس اگر مال نہیں ہے تو وقت کی قربانی کر کے اور جو کچھ بھی ہے اس کو دے کر مساجد اور جماعتی کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ چاہے انڈونیشیا کے رہنے والے احمدی ہیں یا یورپ کے رہنے والے احمدی ہیں یا کینیڈا کے رہنے والے احمدی ہیں یا دنیا کے کسی بھی خطے کے رہنے والے ہیں انہیں اللہ تعالیٰ قربانی کی توفیق دیتا ہے اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کو اپنا مقصود بنایا ہے۔ احمدی مساجد کی تعمیر میں دیگر قربانیوں کے علاوہ رضا کارانہ کام کی توفیق بھی پاتے ہیں۔ یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر جگہ احمدیوں میں نظر آتا ہے اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا گھر تعمیر کرتا ہے وہ جنت میں اپنے لئے گھر تعمیر کرتا ہے۔ (صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب من بنی مسجداً حدیث 450)

اس لئے کہ اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق نے اپنے ماننے والوں کو فرمایا کہ تم اسلام کے خوبصورت پیغام کو دنیا میں پھیلانے کے لئے، اسلام کی حقیقی اور خوبصورت تصویر پیش کرنے کے لئے مسجد بناؤ۔ پس ان مسجدوں کی تعمیر میں یہ قربانی اس لئے ہے کہ جہاں اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کریں وہاں اسلام کے بارے میں غلط تصور کو، غلط فہمیوں کو دنیا کے ذہنوں سے نکالیں اور دنیا کو بتائیں کہ مسلمانوں کی مساجد اور اسلام کی تعلیم دنیا میں فساد اور تباہی کا ذریعہ نہیں بلکہ دنیا و آخرت کی بھلائی کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں قائم کرنے اور اس کا حق ادا کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے محبت اور اس کا حق ادا کرنے کا ذریعہ ہے۔

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ مسجد ہماری تربیت کے لئے بھی اور تبلیغ کے لئے بھی انتہائی اہم ہے۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ چھوٹی مسجدیں بنائیں لیکن ہر جماعت میں مسجد بنانے کی کوشش کریں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: "اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہئے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا لیکن شرط یہ ہے" جو شرط آپ نے بیان فرمائی اس کو سامنے رکھنا ہو گا۔ فرمایا کہ شرط یہ ہے "کہ قیام مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض للہ اسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو تب خدا برکت دے گا۔" (ملفوظات جلد7 صفحہ119۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن ساتھ ہی اس شرط کو بھی مدّنظر رکھنا ضروری ہو گا۔

(حضور انور ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 4 نومبر 2016ء سے ماخوذ)

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

☆ حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے جلال کی بناء پر آپس میں محبت کرنے والوں کے لئے نور سے بنے ہوئے ایسے منبر ہیں جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔

(جامع ترمذی کتاب الزھد باب الحب فی اللہ حدیث نمبر 2312)

☆ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو میرے جلال اور میری عظمت کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے تھے۔ آج جبکہ میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں میں انہیں اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دوں گا۔

(مسلم کتاب البر والصلۃ باب فی فضل الحب فی اللہ حدیث نمبر 4655)

☆ عطاء ابن ابی مسلم بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: آپس میں مصافحہ کیا کرو اس سے کینہ جاتا رہے گا۔ اور ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو اس سے باہمی محبت پیدا ہو گی اور نفرت ختم ہو گی۔

(مؤطا امام مالک کتاب الجامع باب فی المھاجرۃ حدیث نمبر:1413)

☆ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو۔ حسد نہ کرو بے رخی اور بے تعلقی اختیار نہ کرو اور باہمی تعلقات نہ توڑو بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن کر رہو۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب ماینھیٰ عن التحاسد حدیث نمبر 5604)

☆ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تم سب عاجزی اختیار کرو اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔ (سنن ابن ماجہ کتاب الزھد باب البغی حدیث نمبر:4204)

حضرت معاذ بن انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ تو قطع تعلق کرنے والے سے تعلق قائم رکھے۔ اور جو تجھے نہیں دیتا اسے بھی دے۔ اور جو تجھے برا بھلا کہتا ہے اس سے درگزر کرے۔

(مسند احمد جلد3 ص438 حدیث نمبر:15065)

☆ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں جو احسان کے بدلے احسان کرے۔ صلہ رحمی کرنے والا تو وہ ہے کہ جب اس سے رحمی تعلق کاٹا جائے تب بھی وہ اس کو جوڑے اور احسان کرے۔

(صحیح بخاری کتاب الادب باب لیس الواصل بالمکافی)

☆ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: رحم کرنے والوں پر رحمان خدا رحم کرے گا۔ تم اہل زمین پر رحم کرو۔ آسمان کا خدا تم پر رحم کرے گا۔ (سنن ابن داؤد کتاب الادب باب فی الرحمۃ حدیث نمبر 4290)

☆ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس میں یہ تین باتیں ہوں اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت کا سایہ عطا فرمائے گا اور اسے جنت میں داخل کرے گا۔ وہ کمزوروں پر رحم کرے۔ ماں باپ سے محبت کرے اور خادموں اور نوکروں سے حسن سلوک کرے۔ (جامع ترمذی کتاب صفۃ القیامہ حدیث نمبر 2418)

کلام الامام علیہ السلام

اپنے کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ

یہ دستور ہونا چاہئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اوران کو طاقت دی جاوے۔

سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعودعلیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''اصل بات یہ ہے کہ اندرونی طور پر ساری جماعت ایک درجہ پر نہیں ہوتی۔کیا ساری گندم تخم ریزی سے ایک ہی طرح نکل آتی ہے۔ بہت سے دانے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ ضائع ہوجاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو چڑیاں کھا جاتی ہیں۔بعض کسی اور طرح قابل ثمر نہیں رہتے۔غرض ان میں سے جو ہونہار ہوتے ہیں۔ان کو کوئی ضائع نہیں کرسکتا۔خدا تعالیٰ کے لئے جو جماعت تیار ہوتی ہے وہ بھی کزرع ہوتی ہے۔اسی لئے اس اصول پر اس کی ترقی ضروری ہے۔پس یہ دستور ہونا چاہئے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اوران کو طاقت دی جاوے۔یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں۔ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچاوے یا اس کو ڈوبنے دے۔اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے۔اسی لئے قرآن شریف میں آیا ہے۔تعاونوا علی البرّ والتقویٰ..........کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔عملی ایمانی اور مالی کمزوریوں میں بھی شریک ہوجاؤ۔بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔کوئی جماعت جماعت نہیں ہوسکتی جب تک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی یہی صورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے۔صحابہ کو یہی تعلیم ہوئی کہ نئے مسلموں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو، کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ ضروری ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہوسکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں۔تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ایسا ہرگز نہیں چاہئے۔ بلکہ اجماع میں چاہئے کہ قوت آجاوے اور وحدت پیدا ہوجاوے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں۔ ....اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جاوے اور یہ تب ہوتا ہے کہ جب ہمدردی محبت اور عفو اور کرم کو عام کیا جاوے۔اور تمام عادتوں پر رحم۔ ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کرلیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 263)

فرمودات

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کینیڈا میں مسجد کی تعمیر کے لئے قربانی کرنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ بغیر نوازے نہیں چھوڑتا۔کبھی جلدی عطا فرماتا ہے،کبھی دیر سے۔......

ایک لڑکے نے جسے یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا تھا، پہلے وہ کام بھی کررہا تھا،کام سے انکار کیا پھر اس کو خواب آئی کہ مسجد تعمیر کرنے کے لئے ٹھیکیداروں کو تمہاری ضرورت ہے چنانچہ انہوں نے رابطہ کیا اور یہاں کام کرنا شروع کردیا۔اس دوران میں مالی حالات بھی ان کے خراب ہوتے گئے۔ایک دن بیوی نے کہا کہ گھر کا خرچ چلانے کے لئے کوئی پیسے نہیں ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس طرح نوازا کہ اسی دن یا اگلے دن غالباً ٹیکس کریڈٹ والوں نے کچھ رقم دے دی کہ تمہاری زائد رقم تھی۔وہ رقم واپس آئی۔ پھر child benefit کی طرف سے رقم آگئی اور اس طرح ان کو تیرہ چودہ ہزار ڈالر مل گئے۔پس نیت کی نیکی شرط ہے اللہ تعالیٰ پھر نوازتا بھی ہے۔

افریقہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے کئی لوگ ہیں جو بڑی بڑی مساجد بنا کردیتے ہیں۔مجھے یاد ہے کہ جب مَیں غانا میں تھا تو ایک شہر جس میں کچھ عرصہ مَیں رہا ہوں اس کا نام ٹمالے(Tamale) ہے۔اس میں ہماری ایک چھوٹی سی مسجد تھی۔کچے بلاکس کی بنی ہوئی مسجد تھی جس پر اندر باہر پلستر کرکے اس کو مضبوط کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔جب میں خلافت کے بعد پہلے دورے پر غانا گیا ہوں تو ٹمالے بھی گیا اور میں نے دیکھا کہ وہاں ایک بہت بڑی دو منزلہ مسجد ہے، جو یہ آپ کی مسجد ہے اس سے قریباً تین گنا بڑی ہوگی۔ ساتھ اس کے دفاتر وغیرہ بھی ہیں۔اور مجھے بتایا گیا کہ ہمارے ایک احمدی نے اس کا سارا خرچ برداشت کیا۔اور یہ بھی مجھے پتا ہے کہ ان کے لئے اتنا آسان نہیں تھا۔تین چار سال میں انہوں نے اس کی payment کی۔لیکن بہر حال انہوں نے کہا کہ سب کچھ مَیں کروں گا اور کیا۔تو یہ مزاج جیسا کہ میں نے کہا احمدیوں کا ہر جگہ ہے۔افریقن لوگوں کے متعلق ہم عموماً سمجھتے ہیں کہ شاید غربت کی وجہ سے ان میں لالچ ہو لیکن جب ان کے پاس پیسے آتے ہیں تو جو قربانی کے معیار وہ قائم کرتے ہیں وہ بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ہر جگہ یہ مزاج ہے کہ خدا تعالیٰ کا گھر تعمیر کیا جائے اور اس کے لئے قربانی کی جائے۔

پاکستان میں ہم مساجد تعمیر نہیں کرسکتے۔بعض دفعہ مجھے لوگ بڑی بے چینی سے لکھتے ہیں کہ دعا کریں ہم مسجد بنالیں۔قانون کی وجہ سے مسجد تو بنا نہیں سکتے،کم از کم ایک ہال میسر آجائے جہاں اکٹھے ہوکر نمازیں پڑھ سکیں۔منارہ اور گنبد تو دُور کی بات ہے،مسجد بنانے کے لئے سادہ محراب بھی نہیں بنا سکتے کہ کمرے کی شکل میں آگے محراب نکال دیں۔ بلکہ بعض جگہ تو ایسی سختی ہے کہ قبلہ رُخ کوئی عمارت بھی ہم نہیں بنا سکتے۔لیکن اللہ تعالیٰ ہمیں باہر دنیا کے ممالک میں ایسا نواز رہا ہے کہ ہمارے تصور اور کوشش سے بھی بڑھ کر...... مساجد بنانے کی توفیق عطا فرمارہا ہے۔...... بیشک یہ گھر ہے تو خدا تعالیٰ کا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے فائدے کے لئے یہ گھر نہیں بنایا۔اس کا فائدہ بھی ان لوگوں کو ہو رہا ہے اور ہوتا ہے جو اس میں آتے ہیں۔'' (حضور انور ایدہ اللہ کے خطبہ جمعہ فرمودہ 4 نومبر 2016ء سے انتخاب)

معرفت کے موتی

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال کے اختتام پر اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 30 دسمبر 2016ء میں محاسبہ نفس کیلئے جو نہایت زریں نصائح فرمائیں، انہیں ہر احمدی کو ہمہ وقت اپنے پیش نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ حضور انور نے فرمایا:۔

۱۔ مومن کی شان ہے کہ نہ صرف لغویات سے بچے اور ان سے بے زاری کا اظہار کرے بلکہ اپنا جائزہ لے اور غور کرے کہ اس کی زندگی میں ایک سال آیا اور گزر گیا، اس میں وہ ہمیں کیا دے کر گیا اور کیا لے کر گیا۔ ہم نے اس سال میں کیا کھویا اور کیا پایا؟

۲۔ کیا ہم نے شرک نہ کرنے کے عہد کو پورا کیا؟ کیا ہماری نمازیں، روزے، صدقات، مالی قربانیاں، خدمت خلق کے کام خدا کی رضا حاصل کرنے کی بجائے دنیا کے دکھاوے کے لئے تو نہیں تھا؟

۳۔ ہمارے دل کی چھپی ہوئی خواہشات اللہ تعالیٰ کے مقابلہ پر کھڑی تو نہیں ہو گئیں تھیں؟

۴۔ کیا ہمارا سال مکمل طور پر جھوٹ سے پاک اور سچائی کا اظہار کرتے ہوئے گزرا ہے؟ ایسے مواقع پر سچ بولا جب سچ بولنے سے اپنا نقصان ہوتا ہو؟

۵۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو ایسی تفریحوں سے دور رکھا ہے جس سے گندے خیالات دل میں پیدا ہوتے ہوں؟

۶۔ کیا ہم نے بد نظری سے اپنے آپ کو بچانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے؟

۷۔ کیا ہم نے فسق و فجور کی ہر بات سے اس سال میں بچنے کی کوشش کی ہے؟

۸۔ کیا ہم نے اپنے آپ کو ہر قسم کے ظلم کرنے سے باز رکھا ہے؟

۹۔ کیا ہم نے ہر قسم کی خیانت سے اپنے آپ کو پاک رکھا ہے؟

۱۰۔ کیا ہم نے ہر قسم کے فساد سے بچنے کی کوشش کی ہے؟

۱۱۔ کیا ہم ہر قسم کے باغیانہ رویہ سے پرہیز کرنے والے ہیں؟

۱۲۔ کیا ہم نفسانی جوشوں سے مغلوب تو نہیں ہو جاتے؟

۱۳۔ کیا ہم پانچ وقت نمازوں کا التزام کرتے رہے ہیں؟

۱۴۔ کیا تہجد پڑھنے کی طرف ہماری توجہ رہی ہے؟ تہجد کی عادت برائیوں سے روکتی اور جسمانی بیماریوں سے بچاتی ہے۔

۱۵۔ کیا ہم حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟ درود دعاؤں کے قبول ہونے کا ذریعہ ہے۔

۱۶۔ کیا ہم باقاعدہ استغفار کرتے رہے ہیں؟

۱۷۔ کیا اللہ کی حمد کرنے کی طرف ہماری توجہ رہی ہے؟

۱۸۔ کیا ہم اپنوں اور غیروں سب کو کسی بھی قسم کی تکلیف پہنچانے سے گریز کرتے رہے ہیں؟ کیا ہمارے ہاتھ اور ہماری زبانیں دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچی رہی ہیں؟

۱۹۔ کیا ہم عفو و درگزر سے کام لیتے رہے ہیں؟

۲۰۔ کیا عاجزی اور انکساری ہمارا امتیاز رہا ہے؟

۲۱۔ کیا خوشی اور غمی، تنگی اور آسائش ہر حالت میں ہم خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا کا تعلق رکھتے رہے ہیں؟ کبھی کوئی شکوہ تو نہیں پیدا ہوا، اللہ تعالیٰ سے کہ میری دعائیں کیوں نہیں قبول کی گئیں یا مجھے اس تکلیف میں کیوں مبتلا کیا گیا ہے؟

۲۲۔ کیا ہم نے ہر قسم کی رسوم اور ہوا و ہوس کی باتوں سے بچنے کی کوشش کی ہے؟

۲۳۔ کیا قرآن کریم اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو مکمل طور پر اختیار کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟

۲۴۔ کیا تکبر اور نخوت کو مکمل طور پر چھوڑنے کی کوشش کی ہے؟

۲۵۔ کیا ہم نے خوش خلقی کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی کوشش کی ہے؟

۲۶۔ کیا ہم نے حلیمی اور مسکینی کو اپنانے کی کوشش کی ہے؟

۲۷۔ کیا ہر دن ہمارے اندر دین میں بڑھنے اور اس کی عزت و عظمت قائم کرنے والا بنتا رہا ہے؟ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد جو ہم اکثر دہراتے ہیں صرف کھوکھلا عہد تو نہیں؟

۲۸۔ کیا اسلام کی محبت میں ہم نے اس حد تک بڑھنے کی کوشش کی ہے کہ اپنے مال پر اس کو فوقیت دی اپنی عزت پر اس کو فوقیت دی اور اپنی اولاد سے زیادہ اسے عزیز اور پیارا سمجھا؟

۲۹۔ کیا ہم اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی ہمدردی میں آگے بڑھنے والے ہیں؟

۳۰۔ کیا ہم اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرتے رہے ہیں؟

۳۱۔ کیا یہ دعا کرتے رہے اور اپنے بچوں کو بھی نصیحت کرتے رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت کے معیار ہمیشہ ہم میں قائم رہیں، اعلیٰ معیاروں کے ساتھ ہمیشہ ہم آپ کی اطاعت کرتے رہیں اور اس میں بڑھتے بھی رہیں؟

۳۲۔ کیا ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق اخوت اور اطاعت اس حد تک بڑھایا کہ باقی تمام رشتے اس کے سامنے ہیچ ہو جائیں؟

۳۳۔ کیا خلافت احمدیہ سے وفا اور اطاعت میں بڑھنے کی ہم دعا کرتے رہے؟

۳۴۔ کیا اپنے بچوں کو خلافت احمدیہ سے وابستہ رہنے اور اس سے وفا کا تعلق رکھنے کی طرف توجہ دلاتے رہے اور دعا کرتے رہے کہ ان میں یہ توجہ پیدا ہو؟

۳۵۔ کیا خلیفہ وقت اور جماعت کے لئے باقاعدگی سے دعا کرتے رہے؟

اگر تو اکثر سوالوں کے مثبت جواب کے ساتھ یہ سال گزرا ہے تو کچھ کمزوریاں رہنے کے باوجود ہم نے بہت کچھ پایا اور اگر زیادہ جواب نفی میں ہیں تو قابل فکر بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ جو عہد بیعت ہم نے کیا ہے اسے پورا کرنے والے ہوں اور ہماری زندگیاں خدا کی رضا کے مطابق چلنے والی ہوں۔ آمین

(مرتبہ قیادت تربیت مجلس انصاراللہ یوکے)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی قبولیتِ دعا کا ایک زبردست نشان

(بشیر احمد خان رفیق)

یہ 1996ء کی بات ہے۔ میں مع اپنی اہلیہ کے اپنے بچوں کو ملنے کے لئے امریکہ گیا ہوا تھا۔ شکاگو سے ہوتے ہوئے فلوریڈا پہنچے۔ واپسی پر دوسرے بچوں کو ملنے کے لئے ڈیٹرائیٹ چلے گئے۔ میری عمومی صحت بالکل ٹھیک تھی۔ ذیابیطس کے علاوہ اَور کوئی تکلیف بھی نہ تھی۔ ڈیٹرائیٹ میں قیام کے دوران میری ملاقات ایک مخلص اور قابل احمدی ڈاکٹر قاضی وسیم صاحب سے ہوئی۔ انہوں نے ازراہ کرم نوازی مجھے اگلے دن اپنے کلینک آنے کی دعوت دی اور فرمایا کہ یوں تو تمہاری صحت بہت اچھی ہے اور تمہیں کوئی تکلیف بھی نہیں لیکن جنرل چیک اَپ کروانے میں کیا حرج ہے؟ میں نے ان کی اس دعوت کو فوراً قبول کرلیا اور اگلے دن ان کے کلینک میں حاضر ہوگیا۔ انہوں نے متعدد ٹیسٹ کئے، خون اور پیشاب کا معائنہ کیا اور اختتام ٹیسٹ پر فرمایا کہ انہیں میرے دل کی دھڑکن بے قاعدہ محسوس ہوئی ہے۔ اس لئے ان کا مشورہ یہ ہے کہ اگلے دن ہسپتال جا کر دل کا مکمل معائنہ کراؤں۔ انہوں نے فرمایا کہ وہ خود ہسپتال میں انتظام کرلیں گے۔

میرے پاس چونکہ ہیلتھ انشورنس موجود تھی، جو میں نے سفر پر روانہ ہونے سے قبل انگلستان سے حاصل کی تھی، اس لئے ہسپتال کے شعبہ امراض قلب میں داخل ہوکر مختلف ٹیسٹ کروانے میں کوئی دقّت نہ ہوئی۔ مجھے بڑے بڑے کیمروں کے نیچے لٹا کر دل کی تصاویر لی گئیں۔ Echo ٹیسٹ ہوئے اور سارا دن مَیں مختلف کیمروں کی زد میں رہا۔ شام کو چار بجے معائنہ مکمل ہوا۔ مجھے کنسلٹنٹ کے آنے کے انتظار میں رکنا پڑا۔ خیر وہ تشریف لائے تو فرمانے لگے کہ تمہارے دل کی حالت بے حد خراب ہے۔ ذیابیطس نے دل کو بہت نقصان پہنچایا ہے، نیز دل کو جانے والی شریانیں کافی حد تک بند ہیں۔ میں حیران ہوا اور عرض کیا کہ مجھے نہ تو کبھی سینہ میں درد ہوا ہے اور نہ ہی کوئی تکلیف۔ انہوں نے فرمایا کہ ذیابیطس کے پرانے مریضوں کو سینہ میں درد کا اکثر احساس نہیں ہوتا۔

میں نے عرض کیا کہ اب کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا کہ فوری طور پر تمہارا بائی پاس کا آپریشن کرنا پڑے گا۔ میرے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔ مَیں نے کہا کہ کیا ادویات کے ذریعہ علاج نہیں ہوسکتا؟ انہوں نے کہا کہ تمہارے دل کی حالت ایسی ہے کہ کسی وقت بھی تمہیں شدید دل کا دورہ پڑسکتا ہے جو جان لیوا ثابت ہوسکتا ہے۔ اس لئے تمہیں فوری طور پر اس آپریشن کو کروانا ہوگا۔ مَیں نے کہا کہ اگر چند دنوں بعد یہ آپریشن ہو تو بہتر ہوگا۔ میں اپنے بچوں سے مشورہ کرلوں۔ انہوں نے کہا اب جبکہ میں نے تمہارے دل کا تفصیلی معائنہ کرلیا ہے، اب اگر آپریشن کئے بغیر تم یہاں سے جانا چاہو تو مجھے لکھ کر دینا ہوگا کہ تم اپنی ذمہ داری پر جارہے ہو باوجود اس کے کہ تمہیں ڈاکٹر نے فوری آپریشن کا مشورہ دیا ہے۔

میری بیوی موجود تھیں۔ مَیں نے ان کی طرف دیکھا تو وہ کہنے لگیں کہ بچوں کو تو اطلاع ہو ہی جائے گی۔ آپ کی جان قیمتی ہے، اس لئے جو بھی ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں اس پر عمل ہونا چاہئے۔ مَیں نے حامی بھرلی۔

یہ جمعہ کا دن تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ چونکہ بیچ میں ویک اینڈ آگیا ہے اس لئے آپریشن سوموار کو ہوگا۔ مجھے ایک الگ کمرہ میں پہنچا دیا گیا۔ بچوں کو اور اپنے بھائی کرنل نذیر احمد کو شکاگو میں اطلاع دے دی۔ وہ اگلے دن ڈیٹرائیٹ پہنچ گئے۔ ویک اینڈ پر مختلف ٹیسٹ ہوتے رہے اور مجھے آپریشن کے لئے تیار کیا گیا۔ سوموار کو آپریشن کے لئے آپریشن تھیٹر لے جایا گیا۔ مَیں تو بے ہوش تھا۔ بعد میں بچوں نے بتایا کہ آپریشن گیارہ گھنٹوں میں مکمل ہوا۔ چھ شریانیں بدل دی گئیں۔ لیکن آپریشن کے دوران ہی ہارٹ اٹیک ہوگیا جس سے دل کا تیسرا حصہ ماؤف ہوگیا۔ چنانچہ آپریشن کا مرحلہ تو طے ہوگیا۔ لیکن ہارٹ اٹیک کے نتیجہ میں معمول کی رفتار سے ہوش آنے میں مشکل پیش آئی۔ مَیں گیارہ دن بے ہوش رہا۔ ڈاکٹر سرتوڑ کوشش کر رہے تھے لیکن دن بدن زندگی کی امید ختم ہوتی چلی گئی۔ حتیٰ کے سرجن نے میری بیوی کو بتایا کہ چونکہ بچنے کی امید بہت کم ہے اس لئے تم نے اگر رشتہ داروں وغیرہ کو بلانا ہے تو بلالو۔

مَیں تو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھا اور بے ہوشی کی وجہ سے پُرسکون تھا لیکن میری بیوی، بچوں اور رشتہ داروں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ جب سرجن نے میری بیوی کو بتایا کہ اب میرے بچنے کی امید بہت کم ہے تو میری بیوی نے فوراً حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کو بذریعہ فیکس اور فون میری کیفیت سے مطلع کیا اور دعا کی درخواست کی۔

اگلے دن دفتر پرائیویٹ سیکرٹری سے فون موصول ہوا اور بتایا گیا کہ حضورؒ کو جب میری خطرناک صورت حال سے مطلع کیا گیا تو حضورؒ اس وقت اپنے گھر میں تھے۔ حضورؒ کو میری حالت پر رحم آیا اور حضورؒ نے تضرّع سے میری صحت یابی کے لئے دست دعا بلند کئے۔ دعا کے دوران ہی حضورؒ پر کشفی حالت طاری ہوئی۔ حضورؒ نے دیکھا کہ اُن کے کمرہ کا دروازہ کھلا ہے جس میں سے مَیں سفید لباس میں ملبوس اچھی صحت میں اندر داخل ہوا ہوں اور حضورؒ کو السلام علیکم کہا ہے۔ اس کے بعد کشفی حالت جاتی رہی اور حضورؒ کو یہ القاء ہوا کہ بشیر احمد رفیق کو آپ کی دعاؤں کے طفیل بچا لیا گیا ہے۔

میری بیوی اور سب رشتہ داروں کو حضورؒ کے اس کشف سے بہت تسلی ہوئی۔ یہ حضورؒ کی قبولیتِ دعا کا ایک زبردست نشان تھا۔ فون سننے کے بعد اور حضورؒ کی طرف سے تسلی دئے جانے کے بعد میری بیوی ہسپتال آئی تو معجزانہ طور مَیں ہوش میں آچکا تھا۔ خاکسار اس کے بعد بھی 41 دن تک ہسپتال میں رہا اور بالآخر قبولیت دعا کا ایک زبردست نشان بن کر پوری صحت میں واپس لندن آیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے میرے فلسفیو ، زور دعا دیکھو تو

7 ہمارا خدا۔ ہستی باری تعالیٰ کے عقلی دلائل

〈حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تصنیف لطیف سے ماخوذ〉

انصار کو خدا تعالیٰ کی ہستی کے عقلی دلائل سے لیس کرنے کے لئے ایک نہایت عمدہ کتاب ''ہمارا خدا'' (جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی تصنیف ہے) کی تلخیص کا سلسلہ گزشتہ چند شماروں سے شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔ ذیل میں اس کتاب کے صفحات 231 تا 255 (آخر تک) کی تلخیص ہدیہ قارئین ہے:

(انتخاب و تلخیص: فرخ سلطان محمود)

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

دہریت کی ساتویں دلیل اور اس کا ردّ

فرائیڈ کے ایک نظریّہ کا بطلان

ساتویں دلیل جو بعض دہریوں کی طرف سے خُدا کی ہستی کے خلاف پیش کی جاتی ہے وہ یورپ کے بعض جدید محققین کے اس نظریہ پر مبنی ہے کہ خدا کا خیال انسانی دماغ کا ایک ردِّ عمل ہے۔ ان لوگوں کا خیال ہے کہ ایک بچہ جہاں ایک طرف اپنے باپ کے ساتھ محبت کی مضبوط زنجیروں سے جکڑا ہوا ہوتا ہے اور اُسے اپنی حفاظت کا ذریعہ سمجھتا ہے وہاں وہ بچپن میں باپ سے ڈرتا بھی ہے۔ تو اس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بڑے ہو کر جب وہ باپ کے ابتدائی اثر سے باہر نکلتا ہے تو وہ اپنے ذہن میں ایک خلا محسوس کرتا ہے۔ یہی خلا اُسے بالآخر ایک ایسی خیالی ہستی کی طرف لے جاتا ہے جو اس کیلئے باپ کے تصوّر کی قائم مقام بن سکے اور یہی خیالی ہستی آخر کار اس کے ذہن میں ایک بالا ہستی یعنی خدا کا رنگ اختیار کر لیتی ہے۔

یہ نظریہ زیادہ تر یورپ کے مشہور فلاسفر اور نامور سائنس دان سگمنڈ فرائیڈ کا پیش کردہ ہے جو 1856ء میں آسٹریا کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوا اور بالآخر انگلستان چلا گیا جہاں 1954ء میں فوت ہو گیا۔ فرائیڈ بہت سی کتابوں کا مصنّف اور علم النفس کے مضمون میں خصوصیّت کے ساتھ ماہر سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ خدا کے تصور اور خوابوں وغیرہ کے فلسفہ کے متعلق اس نے اسی جہت سے اعتراضات کئے ہیں۔ گو فرائیڈ کے اس نظریّہ کو خود کئی دوسرے مغربی محققین نے قابلِ قبول نہیں سمجھا مگر ضروری ہے کہ ہم اس اعتراض کا اُصولی جواب دیدیں۔

ہمارے نزدیک یہ نظریّہ دراصل احساس کمتری (Inferioirity Complex) کے نظریے کی ایک فرع ہے۔ یعنی کسی زیادہ طاقتور ہستی کے مقابل پر اپنی کمزوری اور اُس طاقتور ہستی کی برتری کا احساس۔

مگر فرائیڈ کے متعلق یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ اگرچہ وہ یہودی تھا مگر اُس کی زندگی مسیحیت کے ماحول میں گزری اور یہ خیال بھی مسیحیت کی تعلیم سے پیدا شدہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح ناصریؑ کی تعلیم میں خدا کو استعارۃً باپ کی صورت میں پیش کیا گیا ہے اور بعد میں آنے والے مسیحیوں نے تو سچ مچ خُدا کو باپ قرار دے کر مسیحؑ کو نعوذ باللہ اُس کا خود زادہ جنسی بیٹا تسلیم کیا ہے۔

بعض اوقات سمجھدار لوگ بھی ''امکان'' اور ''واقعہ'' میں فرق نہیں کرتے۔ حالانکہ دُنیا میں لاکھوں باتوں کا امکان موجود ہے، مگر اُن میں سے کتنی ہیں جو عملاً بھی اسی طرح وقوع میں آتی ہیں۔ لہٰذا پہلا جواب تو مذکورہ اعتراض کا یہ ہے کہ اگر بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے کہ ایک بیٹے کے دل میں کبھی کبھی غیر محسوس طور پر اپنے باپ کے متعلق ایسے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں جن کے نتیجہ میں پیدا ہونے والا ذہنی خلا اُسے کسی بالا ہستی کے تصوّر کی طرف لے جا سکتا ہے تو اس سے یہ بات کیسے ثابت ہوگئی کہ دُنیا کی تمام قوموں میں جو دُنیا کے مختلف حصوں اور مختلف زمانوں میں گزری ہیں اور جو ابتدائی زمانہ میں ایک دوسرے سے انتہائی حجاب اور دُوری کی حالت میں پڑی ہوئی تھیں، ہمیشہ بلا استثناء یہی امکانی صورت عملاً بھی وقوع میں آتی رہی ہے؟ نیز ہمارا عملی تجربہ اس پر شاہد ہے کہ بیٹے کی باپ سے متعلق رقابت کی صورت نہایت درجہ شاذ طور پر پیدا ہوتی ہے اور طبعی طریق یہی ہے کہ بیٹا ہر حال میں اپنے باپ کا محبّ اور وفادار رہتا ہے اور اگر وہ علمی یا عملی میدان میں اپنے باپ سے آگے بھی نکل جاتا ہے تو پھر بھی اس کی فطری محبّت ہمیشہ غالب رہتی ہے۔

پس صاف نظر آرہا ہے کہ جن لوگوں نے یہ دلیلیں پیش کی ہیں انہوں نے اپنے مادی ماحول میں خُدا کی ہستی کا انکار پہلے کیا ہے اور دلیلیں بعد میں سوچی ہیں۔

حق یہ ہے کہ جس احساسِ کمتری کو بعض محققین نے ہستی باری تعالیٰ کے خلاف دلیل قرار دیا ہے وہ دراصل خدا کی ہستی کی ایک بھاری دلیل ہے جسے مسلمان محقق اوائل سے خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت میں پیش کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا مشہور قول ہے کہ: عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ یعنی میں نے اپنے خُدا کو بڑے پختہ ارادوں اور مضبوط تدبیروں کے ٹوٹنے کے ذریعہ سے پہچانا ہے۔

حضرت علیؓ کے اس قول میں احساس کمتری کا ہی فلسفہ مخفی ہے۔ یعنی انسان بعض اوقات اپنے کسی مقصد کے حصول کیلئے بڑے پختہ ارادے قائم کرتا ہے اور مضبوط ترین تدبیروں کے ذریعہ تمام اُن اسباب کو جمع کر لیتا ہے جو کامیابی کیلئے بظاہر ضروری ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ سمجھتا ہے کہ بس اب مجھے یہ مقصد حاصل ہو گیا کہ اچانک پردۂ غیب سے ایسے حالات ظاہر ہوتے ہیں جو اس کی پختہ تدبیروں کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیتے ہیں۔ اس وقت عقلمند انسان یہ سمجھتا ہے کہ اس دنیا میں انسانی تدبیروں سے بالا اور اس کے عزائم سے مضبوط تر ایک اَور ہستی بھی ہے جس کے سامنے انسان ایک مُردہ کیڑے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اور یہی وہ احساس ہے جس سے دُنیا کے سمجھدار لوگ ہمیشہ خدا کی طرف رہنمائی پاتے رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ اسی سے مغرب کے بعض مادہ پرست محققین نے اپنے لئے ٹھوکر کا سامان مہیّا کر رکھا ہے۔

دراصل انسان فطرۃً ایک بالا اور زیادہ طاقتور ہستی کا متلاشی ہے جس کے غالب علم اور غالب قدرت کے سامنے وہ مرعوب ہو اور اسے اپنی حفاظت کا ذریعہ سمجھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ دلیل ہستی باری تعالیٰ کے حق میں ہے نہ کہ اس کے خلاف۔ اسی لئے قرآن شریف نے بھی اس دلیل کو فطری دلیل کی صورت میں خدا کی ہستی کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔

مذکورہ وہ سات اُصولی دلیلیں ہیں جو دہریوں کی طرف سے عام طور پر اپنے عقیدہ کی تائید میں پیش کی جاتی ہیں مگر مختلف الخیال لوگوں کی طرف سے پیش کی جانے کی وجہ سے ان میں سے بعض ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ یعنی ایک کے قبول کرنے سے دوسری کو ردّ کرنا پڑتا ہے۔ دراصل دہریوں کے ہاتھ میں کوئی دلیل نہیں ہے اور ان کے انکار کی اصل بنیاد صرف اس بات پر ہے کہ اُن کے خیال میں ابھی تک اُن کے سامنے ہستی باری تعالیٰ کی کوئی ایسی دلیل نہیں آئی جو ان کے دل میں یقین اور اطمینان پیدا کر سکے۔ لیکن جو لوگ میرے اس مضمون کو نیک نیتی سے پڑھیں گے وہ ضرور سمجھ جائیں گے کہ عقلی دلائل کے دائرہ میں بھی کوئی عقلمند انسان کم از کم خدا کی ہستی کا منکر نہیں رہ سکتا۔ مگر کامل اور قطعی یقین حاصل کرنے کے لئے دوسری قسم کے دلائل کی ضرورت ہے جو تجربہ اور مشاہدہ سے تعلق رکھتے ہیں اور جن کا علم ہمیں انبیاء اور صلحاء کے معجزات اور نشانات سے حاصل ہوتا ہے۔

کمیونزم اور خُدا کا عقیدہ

بعض لوگ کمیونزم یعنی روس کے موجودہ اشتراکی نظام کو بھی دہریت کی ایک شاخ اور ہستی باری تعالیٰ کے انکاری ثبوتوں میں سے ایک ثبوت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ محض ایک اقتصادی نظام ہے، جسے حقیقۃً خدا کے موجود ہونے یا نہ ہونے کے سوال کے ساتھ کوئی طبعی تعلق نہیں ہے۔ مگر جس طرح مسئلہ ارتقاء کو بعض جلد باز لوگوں نے ہستی باری تعالیٰ کے خلاف قرار دے لیا تھا اسی طرح کمیونزم کو بھی بعض کوتہ اندیش لوگ خدا کی ہستی کے خلاف سمجھنے لگ گئے ہیں۔

کمیونزم وہ اقتصادی نظام ہے جس کے ذریعہ روس کی حکومت نے ذرائع آمد و پیداوار کو اپنے ہاتھ میں لے کر، اس دولت کی منصفانہ رنگ میں تقسیم کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اشتراکی نظام میں آئے دن کی تبدیلیاں اس ناکامی پر شاہد ہیں۔ پس یہ محض ایک اقتصادی نظام ہے جسے وجود باری تعالیٰ کے سوال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں مگر چونکہ اس نظام نے ملک میں موجود بعض ایسے نظاموں کو توڑ کر اپنی جگہ بنائی ہے جو مختلف مذاہب کی طرف منسوب ہوتے ہیں اس لئے اس نظام کا بظاہر مذاہب کی تعلیم کے ساتھ ٹکراؤ پیدا ہو گیا ہے۔

اس ٹکراؤ کی دوسری وجہ یہ ہوئی کہ کمیونسٹ لیڈروں نے روسی بچوں کے دماغوں کو کمیونزم کے اثر سے پوری طرح متاثر کرنے کے لئے اپنے سکولوں میں مذہبی تعلیم کو بالکل ہی اُڑا دیا تا کہ کوئی بچہ ایسے خیالات سے متاثر نہ ہو سکے جو کسی رنگ میں بھی اشتراکیت کے اُصول کے خلاف ہوں۔ نتیجۃً ملک میں دہریت کا دَور دَورہ شروع ہو گیا مگر یہ دہریت کمیونزم کا حصہ نہیں ہے بلکہ حالات کا ایک طبعی نتیجہ ہے۔ اور بہرحال فی ذاتہٖ کمیونزم کے اندر کوئی ایسی بات نہیں جو ہستی باری تعالیٰ کے خلاف براہِ راست دلیل کا رنگ رکھتی ہو۔ بیشک موجودہ اشتراکیت کا نظام اپنی کئی اصولی باتوں میں معروف مذاہب کی تعلیم کے خلاف ہے مگر بہرحال اشتراکیت کا بنیادی اُصول اقتصادی ہے نہ کہ رُوحانی یا مذہبی۔

دراصل سینکڑوں سال سے یورپ کا اقتصادی نظام ایسے راستہ پر چل رہا تھا کہ قوموں اور ملکوں کی دولت سمٹ کر ایک خاص سرمایہ دار طبقہ کے ہاتھوں میں جمع ہو گئی تھی اور آبادیوں کا بقیہ حصہ افلاس کے بھنور میں پھنس کر ایسی حالت کو پہنچ گیا تھا کہ جب تک موجودہ نظام کو کسی دلیرانہ اقدام کے ساتھ بدلا نہ جاتا اُن کی زندگی جانوروں سے بہتر نہیں تھی۔ یہ حالت سب سے زیادہ بھیانک صورت میں روس میں رونما تھی جہاں زاروں کی استبدادی حکومت اور امیروں کے تعیش نے غریبوں کا گویا گلا گھونٹ رکھا تھا۔ پس جیسا کہ ہر لمبے ظالمانہ نظام کا ایک ردِّعمل ہوا کرتا ہے جو قائم شدہ نظام کے خلاف بغاوت کا رنگ رکھتا ہے اسی طرح روس میں سابقہ ظالمانہ نظام کا ردِّعمل اشتراکیت کی صورت میں ظاہر ہوا جس نے ملک کے اندر ایک خطرناک انقلاب پیدا کر کے ایک نئے نظام کی بنیاد قائم کر دی۔ مگر جس طرح ہر ردِّعمل اور ہر بغاوت کے فعل میں دوسری انتہا کی طرف جھک جانے کا میلان ہوا کرتا ہے اسی طرح اشتراکیت والا ردِّعمل بھی ایک انتہا سے باغی ہو کر دوسری انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ مگر یہ انتہا بھی بھاری خطرات سے معمور ہے۔ مثلاً

1۔ کمیونزم نے دولت اور دولت پیدا کرنے کے ذرائع کو کلیۃً حکومت کے ہاتھ میں دے کر انفرادی جدوجہد کے سب سے بڑے محرّک کو تباہ کر دیا ہے۔ دراصل فطرتِ انسانی کا یہ جذبہ ہے کہ انسان اپنی محنت کا پھل خود براہِ راست بھی کھائے لیکن یہ جذبہ اشتراکیت کے نظام نے بالکل کُچل ڈالا ہے۔ بیشک ہر انسان میں دوسروں کی اپنے مال اور وقت سے مدد کا جذبہ بھی ضرور ہونا چاہئے۔ اور اسلام نے تو اس جذبہ پر بہت زیادہ زور دیا ہے۔ مگر پھر بھی یہ خیال کہ کسی انسان کی محنت کا پھل زیادہ تر خود اُسی کو حاصل ہو گا اُس انسان کے لئے کام کرنے کا بہت بڑا فطری محرّک ہے۔ مگر اشتراکیت نے اِس محرّک کو تباہ کر کے انسانی ترقی کی رفتار کو سُست کرنے کا رستہ کھول دیا ہے۔

2۔ کمیونزم کے نظام میں چونکہ دولت پیدا کرنے کے ذرائع حکومت کے ہاتھ میں چلے گئے ہیں اس لئے لوگوں میں مقابلہ کی رُوح کمزور ہو گئی ہے۔ اور چونکہ انسانی ترقی میں مسابقت کی رُوح کو بھاری دخل ہے اس لئے اس تبدیلی کا لازمی نتیجہ قومی تنزل کی صورت میں ظاہر ہو گا۔ مثلاً جہاں کئی کمپنیاں یا کئی لوگ الگ الگ کارخانے جاری کر کے اور الگ الگ محنت اور دماغ سوزی کر کے صنعت کو فروغ دینے کی کوشش کریں گے اور اُن کے درمیان جائز رقابت اور مسابقت کی روح بھی قائم ہو گی اور ساتھ ساتھ اس صنعت کا کچھ حصہ حکومت کے ہاتھ میں بھی ہو گا وہاں لازماً یہ صنعت بہت زیادہ ترقی کر جائے گی۔

3۔ مذکورہ دونوں باتوں کا لازمی نتیجہ یہ بھی ہو گا کہ اس قسم کے اشتراکی نظام میں قوم کی دماغی ترقی اور ذہنی نشو و نما کی رفتار آہستہ آہستہ دھیمی ہونی شروع ہو جائے گی اور بالآخر انسانی دماغ ترقی کرنے والی چیز کی بجائے محض مشین ہو کر رہ جائے گا۔

4۔ کمیونزم کے نظام میں انفرادی ہمدردی کے جذبات کو بھی کچلا گیا ہے کیونکہ غرباء کی اعانت صرف حکومت کے ہاتھ میں ہو گی۔ اور کسی کے پاس کوئی ایسا فالتو روپیہ بھی نہ ہو گا جس سے وہ کسی مستحق کی امداد کر سکے یا کسی عزیز کو تحفہ ہی دے سکے تو لازماً انسانیت کے وہ اعلیٰ اخلاق جو محبت و ہمدردی اور قربانی اور مہمان نوازی اور غریب پروری اور صلہ رحمی اور خدمتِ ہمسایہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، آہستہ آہستہ مرنے شروع ہو جائیں گے اور انسانی سوسائٹی بھی مشین بن جائے گی۔

5۔ کمیونزم میں یہ نقص بھی ہے کہ اس میں انسانی دماغ کی ارفع طاقتوں کی کوئی زائد قیمت نہیں لگائی گئی اور اُسے بھی اُسی سطح پر رکھا گیا ہے جس پر کہ ہاتھ پاؤں کی عام محنت اور مزدوری کو رکھا گیا ہے۔ ایسے نظام کا آخری نتیجہ قوم کے ذہنی دیوالیہ پن کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا، لیکن ایسے نتیجے کچھ عرصہ کے بعد نکلا کرتے ہیں۔

بہرحال اشتراکیت کا نظام روس کے قدیم ظالمانہ نظام کا ایک طبعی ردِّعمل ہے۔مگر یہ ردِّعمل اعتدال کی صورت میں ظاہر ہونے کی بجائے دوسری انتہا کی صورت میں ظاہر ہوُا ہے اور عملی نتیجہ یہ ہے کہ قوم کو ایک گڑھے (سرمایہ داری) سے نکال کر دوسرے گڑھے (اشتراکیت) میں دھکیلا جارہا ہے۔

اسلام میں دولت کی منصفانہ تقسیم کا انتظام

اسلام نے جو صحیح فطرت کا اور خالقِ فطرت کا بھیجا ہوُا مذہب ہے اپنی حکیمانہ شریعت میں دونوں طرف کی انتہا سے بچتے ہوئے کامل اعتدال اور میانہ روی کی تعلیم دی ہے۔وہ ایک طرف تو انسان کو انفرادی جدوجہد کے سب سے بڑے فطری محرک یعنی اپنی ذاتی محنت کے پھل کھانے کا حق دیتا ہے اور نہ ہی دوسری طرف سرمایہ داری کی طرح ملک وقوم کی دولت کے چند ہاتھوں میں جمع ہونے کا راستہ کھولتا ہے۔اور اس کے لئے نہایت حکیمانہ بنیادی احکام جاری کرتا ہے۔مثلاً:

اوّل: اسلام نے تقسیم ورثہ کا ایسا قانون بنایا ہے کہ اس پر عمل کرنے کے نتیجہ میں ملک کی دولت خودبخود منصفانہ رنگ میں تقسیم ہوتی رہتی ہے۔کیونکہ اسلام نے صرف بڑے لڑکے یا صرف نرینہ اولاد کو ہی وارث قرار نہیں دیا بلکہ ساری اولاد کے لئے ورثہ میں حصہ رکھا ہے اور اولاد کے علاوہ بیوی اور خاوند اور ماں اور باپ اور بعض صورتوں میں بہن بھائی اور دوسرے قریبی عزیزوں کو بھی محروم نہیں کیا۔

دوسرے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے جو اپنی دوسری خرابیوں کے علاوہ دولت کی ناواجب تقسیم کا ایک بھاری ذریعہ ہے اس لئے اس حرمت کے نتیجہ میں بھی ملکی دولت کے چند ہاتھوں میں جمع ہونے کا رستہ خودبخود بند ہوجاتا ہے۔بیشک موجودہ زمانہ میں سود کا جال وسیع ہوجانے کی وجہ سے بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ شاید سود کے بغیر گزارہ نہیں چل سکتا مگر یہ صرف نظر کا دھوکا ہے جو موجودہ ماحول کی وجہ سے پیدا ہوُا ہے ورنہ جب مسلمان نصف دنیا سے زائد حصہ پر حکمران تھے اس وقت سود کے بغیر ہی ساری تجارتیں چلتی تھیں اور انشاءاللہ آئندہ پھر چلیں گی۔

تیسرے اسلام نے جوئے کو بھی حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس لغو عادت کے ذریعہ محنت اور کوشش اور ہنر کے ذریعہ روزی کمانے کی بجائے وقت کو بیہودہ طور پر ضائع کرنے اور محض اتفاق پر اپنی آمد کی بنیاد رکھنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔

چوتھے اسلام نے دولت کو خزانوں کی صورت میں جمع کرنے سے بھی روکا ہے تاکہ یہ اموال ملکی صنعت وتجارت میں لگ کر بیکاروں کی روزگار کا ذریعہ بن سکے۔

پانچویں اسلام نے ہر مالدار کی دولت پر زکوٰۃ کی صورت میں بھاری ٹیکس لگایا ہے اور حکم دیا ہے کہ زکوٰۃ نہ صرف غریبوں اور محتاجوں وغیرہ میں تقسیم کیا جائے بلکہ ایسے بیکار لوگوں کی امداد میں بھی خرچ کی جائے جو کوئی ہنر تو رکھتے ہیں مگر اس ہنر سے فائدہ اُٹھانے کے ذرائع نہیں رکھتے۔اور اسلام نے زکوٰۃ کے نظام کی غرض وغایت یہ بیان کی ہے کہ: زکوٰۃ کا صحیح مصرف یہ ہے کہ امیروں کی دولت کو کاٹ کراُسے غریبوں اور محتاجوں میں پھیلایا جائے۔(بخاری کتاب الزکوٰۃ)

اسی طرح وہ دفینے جو پرائیویٹ جگہوں میں سے برآمد ہوں اُن پر بھی اسلام نے بیس فیصدی کا بھاری ٹیکس لگا کر غریبوں کی امداد کا رستہ کھولا ہے۔

چھٹے اسلام نے مسلمانوں کو تاکیدی احکام دیئے ہیں کہ وہ اپنے مالوں میں سے غریبوں کی امداد کیلئے عام صدقہ بھی نکالا کریں تاکہ زکوٰۃ کے علاوہ جو حکومت کے ذریعہ وصول ہو کر تقسیم ہوتی ہے لوگوں کو خود انفرادی طور پر بھی اپنے غریب بھائیوں اور ہمسایوں کی امداد کا احساس رہے اور باہم اخوّت کی رُوح ترقی کرے۔

ساتویں: اسلام نے حکم دیا ہے کہ اگر اوپر کے بیان کردہ ذرائع کے نتیجہ میں تمام غرباء کی خاطر خواہ امداد کا انتظام نہ ہوسکے تو اس صورت میں حکومت کا فرض ہے کہ خود اپنے خزانوں سے محتاجوں کی امداد کا انتظام کرے تاکہ ہر فرد کو اس کی بنیادی ضروریات لازماً پہنچتی رہیں۔

(اسلام اور اشتراکیت کی تفصیلی بحث کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی تصنیف ''اسلام کا اقتصادی نظام'' اور خاکسار کے رسالہ ''اشتراکیت اور اسلام'' کا مطالعہ فرمائیں)۔

خلاصہ کلام یہ کہ روسی اشتراکیت کو اپنے بنیادی اُصولوں کے لحاظ سے دہریت کے ساتھ کوئی براہ راست تعلّق نہیں ہے بلکہ یہ محض ایک اقتصادی نظام ہے جس نے صرف اپنی مضبوطی کیلئے موجود مذاہب کی تعلیم پر بالواسطہ حملہ کیا ہے۔مگر یہ حملہ صرف ایک کورانہ ردِّعمل کی حیثیت رکھتا ہے جو لوگوں کو ایک انتہا سے ہٹا کر دوسری انتہا کی طرف لے جارہا ہے اور اس ردِّعمل میں ہی اس کی آخری تباہی کا بیج مخفی ہے۔لیکن اس کے مقابل پر جو تعلیم اسلام نے دی ہے وہ پورے اعتدال اور حق و انصاف کی تعلیم ہے اور یقیناً جب روس اپنے موجودہ ردِّعمل کے خمار سے جاگے گا تو اُسے اسلام کے فطری مذہب کے سوا اَور کوئی امن کی جگہ نہیں ملے گی۔

خاتمہ

مَیں نے اس مضمون میں باریک علمی بحثوں سے احتراز کیا ہے اور صرف موٹی موٹی باتوں کو کسی قدر تصریح کے ساتھ بیان کردیا ہے۔مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ جو کچھ مَیں نے لکھا ہے وہ ایک صاف دل انسان کے لئے کافی ہے۔باقی ایسے شخص کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے جو خواہ نخواہ کجروی کا طریق اختیار کرکے اپنے آپ کو شبہات کے بھنور سے نکالنا نہیں چاہتا۔ایسے لوگوں کا علاج صرف خدا کے پاس ہے اور مَیں دعا کرتا ہوں کہ وہ اُن کے دل کی کجی کو دُور کرے اور اُن کی آنکھوں کی پٹّی اتارے اور اپنے فضل خاص سے ایسا انتظام فرمائے کہ اس کا کوئی بندہ بھی ایسی حالت میں دُنیا سے رخصت نہ ہو کہ وہ اپنے خالق و مالک کو نہ پہنچاتا ہو۔کیونکہ اس سے بڑھ کر انسان کے لئے کوئی بدقسمتی اور محرومی نہیں کہ وہ اپنے پیدا کرنے والے اور اپنی زندگی کے سہارے اور اپنی ساری طاقتوں کے منبع و ماخذ کی شناخت کے بغیر دُنیا سے رخصت ہوجائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خُدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اُس کو دیکھا اور ہر ایک خُوبصورتی اُس میں پائی۔یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔مَیں کیا کروں اور کس طرح یہ خوشخبری دلوں میں بٹھادوں اور کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خُدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دَوا سے علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں''۔(کشتی نوح)

تتمّہ

ہستی باری تعالیٰ کے متعلق عقلی دلائل کسی انسان کو صرف اس ایمان تک لے جاتے ہیں کہ اس کارخانہ عالم کا ضرور کوئی خالق و مالک ہونا چاہئے۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ 'ہونا چاہئے' والا ایمان صرف ایک پختہ قیاس کی حیثیت رکھتا ہے جبکہ 'ہے' والے ایمان کو معین مشاہدہ کا درجہ حاصل ہے جس کے بعد انسان گویا خدا کو عملاً دیکھ لیتا ہے اور کسی امکانی شک وشبہ کی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی۔ یہ وہی نظارہ ہے جو مختلف انبیاء نے اپنے وقت میں لوگوں کو دکھایا اور آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"آؤ! مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ علیم ہے کیونکہ مَیں ایک انسان ہونے کی وجہ سے علم کامل نہیں رکھتا لیکن خدا مجھے کہتا ہے کہ یہ چیز یوں ظاہر ہوگی اور پھر باوجود ہزاروں پردوں کے پیچھے مستور ہونے کے بالآخر وہ چیز اسی طرح ظاہر ہوتی ہے جس طرح خدا نے کہا تھا۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے اور وہ قدیر ہے۔ کیونکہ مَیں بوجہ بشر ہونے کے قدرتِ کاملہ نہیں رکھتا لیکن خدا مجھے کہتا ہے کہ مَیں فلاں کام اس اس طرح پر کروں گا۔ اور وہ کام انسانی طاقت سے اس طرح پر نہیں ہوسکتا اور اس کے رستہ میں ہزاروں روکیں حائل ہوتی ہیں مگر پھر بھی وہ اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح خدا فرماتا ہے۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ سمیع ہے اور اپنے بندوں کی دُعاؤں کو سُنتا ہے۔ کیونکہ مَیں خدا سے ایسے کاموں کے متعلق دُعا مانگتا ہوں جو ظاہر میں بالکل اَنہونے نظر آتے ہیں مگر خدا میری دُعا سے ان کاموں کو پورا کر دیتا ہے۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ نصیر ہے کیونکہ جب اس کے نیک بندے چاروں طرف سے مصائب اور عداوت کی آگ میں گھر جاتے ہیں تو وہ اپنی نصرت سے خود اُن کے لئے مخلصی کا رستہ کھولتا ہے۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ خالق ہے کیونکہ مَیں بوجہ بشر ہونے کے خلق کی طاقت نہیں رکھتا مگر وہ میرے ذریعہ اپنی خالقیت کے جلوے دکھاتا ہے جیسا کہ اس نے بغیر کسی مادہ کے اور بغیر کسی آلہ کے میرے کُرتے پر اپنی روشنائی کے چھینٹے ڈالے۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ متکلّم ہے اور اپنے خاص بندوں سے محبت اور شفقت کا کلام کرتا ہے جیسا کہ اُس نے مجھ سے کیا۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ ربّ العالمین ہے اور کوئی چیز اس کی ربوبیّت سے باہر نہیں۔ کیونکہ جب وہ کسی چیز کی ربوبیّت کو چھوڑتا ہے تو پھر وہ چیز خواہ وہ کوئی ہو قائم نہیں رہ سکتی۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ پھر مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے اور وہ مالک ہے۔ کیونکہ مخلوقات میں سے کوئی چیز اس کی حکم عدولی نہیں کرسکتی۔ اور وہ جس چیز پر جو تصرّف بھی کرنا چاہے کرسکتا ہے۔ پس آؤ کہ مَیں تمہیں آسمان پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں زمین پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں ہوا پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں پانیوں پر اُس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں پہاڑوں پر اُس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں قوموں پر اُس کے تصرفات دکھاؤں۔ اور آؤ کہ میں تمہیں حکومتوں پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ مَیں تمہیں دلوں پر اس کے تصرفات دکھاؤں۔ پس آؤ اور امتحان کرلو"۔ (تفصیل کے لئے دیکھو "حقیقۃ الوحی" اور "نزول المسیح" وغیرہ)

یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے، لیکن سوچو کہ اگر یہ دعویٰ ثابت ہو جائے تو کیا دہریت قائم رہ سکتی ہے؟ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان پر خدا کی طرف سے جاری کی ہوئی باتیں اب بھی پوری ہو رہی ہیں۔ مثلاً اپنے خداداد مشن کی ترقی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام بڑی تحدّی کے ساتھ فرماتے ہیں: "اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رُو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دُنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزّت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اِس مذہب اور اِس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا۔ اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامُراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی...... میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔" (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 64،65)

پھر فرماتے ہیں: "خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا۔ اور میرے سلسلہ کو تمام دُنیا میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم و معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نُور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رُو سے سب کا مُنہ بند کر دیں گے۔ اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی۔ اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پُھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا...... اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "میں تجھے برکت پر برکت دُوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سو اے سُننے والو! اِن باتوں کو یاد رکھو اور اِن پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا"۔ (تجلّیات الٰہیہ صفحہ 18-17)

اور اسلام کی عالمگیر ترقی کے متعلق جس کی خدمت کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے فرماتے ہیں: "اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچّے خدا کا پتہ لگے گا...... قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہونگی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجّالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خدا کی سچّی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں ملکوں میں پھیلے گی۔ اُس دن نہ کوئی مصنوعی کفّارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا۔ اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ بندوق سے بلکہ مستعد رُوحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نُور اُتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو مَیں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی"۔ (تذکرہ صفحہ 285، 286)

کیا جماعتِ احمدیہ کی موجودہ حالت اس عظیم الشان مستقبل کی کوئی اُمید پیدا کرتی ہے؟ اگر نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اگر یہ سب کچھ اسی طرح وقوع میں آ گیا جس طرح کہ پیشگوئی میں بتایا گیا ہے تو کیا یہ ثابت نہ ہوگا کہ اس دنیا کے اوپر ایک علیم و قدیر خُدا ہے جو اپنے طاقتور ہاتھوں میں قضاء و قدر کی تاروں کو تھامے ہوئے ہے۔

تبرکات

(از افاضات حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ)

سوال: حضرت فضل عمر کی پیدائش سے پہلے حضرت (اماں جان) یا حضور علیہ السلام کے علاوہ کسی اور کا کوئی خواب یا کشف؟

جواب: میں نے حضرت (اماں جان) کو ایک خواب بیان فرماتے سنا ہے۔ بلکہ خود مجھے بھی مخاطب فرما کر سنایا ہے دو چار بار۔ فرمایا ''جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہونے کو تھے تو ایام حمل میں میں نے خواب دیکھا کہ میری شادی مرزا نظام الدین سے ہو رہی ہے۔ اس خواب کا میرے دل پر مرزا نظام الدین کے اشد مخالف ہونے کی وجہ سے بہت برا اثر پڑا کہ دشمن سے شادی میں نے کیوں دیکھی؟ میں تین روز تک برابر مغموم رہی اور اکثر روتی رہتی۔ تمہارے ابا یعنی حضرت مسیح موعودؑ سے میں نے ذکر نہیں کیا مگر جب آپ نے بہت اصرار کیا کہ بات کیا ہے؟ کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے بتانا چاہیے تو میں نے ڈرتے ڈرتے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سن کر تو آپ بے حد خوش ہو گئے اور فرمایا اتنا مبارک خواب اور اتنے دن تم نے مجھ سے چھپایا؟ تمہارے ہاں لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا اور نظام الدین کے نام پر غور کرو اس کا مطلب یہ مرزا نظام الدین نہیں۔ تم نے اتنے دن تکلیف اٹھائی اور مجھے یہ بشارت نہیں سنائی۔

اپنا بچپن کا ایک خواب یاد آ گیا، یاد رہا اور کچھ سال ہوئے میں نے لکھ بھی لیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا (میں خواب میں اوپر کے صحن میں کھڑی تھی) کہ ہمارے صحن کا کنواں لبالب پانی سے بھرا ہے اور ایک جوان نوعمر (جس کی پشت سے بڑے بھائی صاحب ہی معلوم ہوتے تھے۔) تیز تیز اس کنواں کے گرد گھوم رہا ہے اور اس کی زبان پر اونچی آواز سے یہ الفاظ جاری ہیں۔ وہ آواز گونجتی ہے اور در و دیوار سے یہ آواز آ رہی ہے: اِنِّیْ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ فَوْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ آنکھ کھلی تو میرے بڑے بھائی صاحب کا سر صرف شانوں تک میرے تکیہ پر تھا۔ پہلے تو میں دیکھتی رہی دیکھتی رہی مگر جب وہ کیفیت دور ہو گئی تو ڈر کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پکارا اور کہا میں نے اس طرح دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کشف تھا ڈرو نہیں بہت مبارک خواب اور کشف ہے۔

سوال: حضرت فضل عمر کی ولادت کے وقت کوئی روایت مثلاً دائی کون تھی؟ گڑھتی کس نے دی؟ اذان کس نے کہی؟ پیدائش کی خبر پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تأثر، عقیقہ اور نام رکھنے کے بارہ میں حضورؑ کا فرمان یا کوئی خاص مشورہ۔ اس تقریب کا کوئی واقعہ؟

جواب: جہاں تک مجھے یاد ہے حضرت اماں جان کی زبانی دائی کا نام ہرو دائی تھا۔ اذان بھی کان میں حضور خود دیتے تھے اور غالباً شہد وغیرہ بھی خود ہی چٹاتے ہوں گے مگر اس کے لئے خاص الفاظ اماں جان کے مجھے یاد نہیں۔ یہ علم ہے اور کئی بار فرمایا کہ میرے سب بچے نیچے کے کمرے میں پیدا ہوئے ہیں، بجز امۃ الحفیظ کے۔ ان دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام گورداسپور کے مقدمہ میں اکثر باہر رہتے تھے اور پلیگ کے بعد ہم لوگوں کا نیچے کا قیام نہیں رہا تھا۔

عقیقہ پر حضرت اماں جان فرماتی تھیں۔ آپ علاوہ بکرے (کے) احباب کی دعوت بھی کرتے تھے۔ کیونکہ آپ اپنی اولاد کو نشان سمجھتے تھے۔ چلّہ میں خادماؤں اور معتبر عورتوں کا پہرہ ضرور ہوتا تھا۔ جن کے جاگتے رہنے کا آپ خیال رکھتے۔ چائے اور موسم کے مطابق ان کے لئے کھانے کو مٹھائی وغیرہ رکھی جاتی۔ یہ پہرہ میں نے اپنی یاد میں امۃ النصیر کی پیدائش پر دیکھا۔ آپ تشریف لاتے رات کو بھی دو تین دفعہ اور سب کو جاگنے کی تاکید فرماتے اور پوچھتے کہ چائے پی وغیرہ۔

حضرت اماں جان نے فرمایا کہ جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہوئے تو عصمت (ہماری بہن) سو رہی تھیں۔ خادمہ نے اس کو جگایا اور کہا۔ اٹھو بی بی تمہارا بشیر آ گیا۔ کیونکہ بشیر اول کی وفات پر غالباً عصمت اس کو یاد کرتی ہوں گی۔ اماں جان نے فرمایا کہ وہ اٹھ کر بجائے میری طرف آنے کے ''میرا بشیر آ گیا'' کہتی ہوئی اپنی بڑی والدہ (والدہ حضرت مرزا سلطان احمد) کی طرف یعنی تائی صاحبہ کے گھر دوڑ گئی۔ اس کو اپنی بڑی والدہ سے بہت تعلق تھا اور وہ بھی اس کو بہت پیار کرتی تھیں۔

حضرت مسیح موعودؑ خوش کیوں نہ ہوں گے۔ وہ ہر پیدائش فرزند کو اللہ تعالیٰ کا نشان جانتے تھے۔ آپ کی ہر خوشی کا اصل رجوع اسی محبوب حقیقی کی جانب ہوتا تھا۔ ذاتی طور پر نہ آپ کی اپنے لئے کوئی خوشی تھی نہ غم۔

سوال: بچپن کے مختلف واقعات مثلاً قاعدہ اور قرآن کریم شروع کرنے کے وقت کوئی تقریب، اردو وغیرہ کی تعلیم، آپ کی پڑھائی کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی توجہ۔ کبھی حضور نے بھی کوئی سبق پڑھایا ہو یا سنا ہو۔ گھر پر پڑھائی کا کیا انداز تھا۔ ابتدا میں آپ کو کس قسم کی کتابوں کا شوق تھا؟

جواب: بسم اللہ وغیرہ کی کوئی تقریب میں نے نہیں سنی نہ دیکھی۔ آمین بے شک ہم سب کی ہوئی اور بہت دھوم سے ہوئی۔ آپ نے شروع میں جہاں تک مجھے یاد ہے اکثر سنا ہوا (نام یاد نہیں رہا) اس وقت بنگالی صاحب تھے نیز ان کی اہلیہ صاحبہ کا دودھ میرے منجھلے بھائی صاحب نے پیا تھا۔ زینب بیگم۔ (مصری عبدالرحمٰن) کے والد صاحب صحابی تھے۔ مخلص تھے۔ ایک خط ان کا میرے پاس رکھا ہے۔ میرے میاں کو لکھا تھا۔ ایک بہت مبشر خواب مگر نام ان کا بھول گئی اس وقت۔ مگر اللہ کے ساتھ نام تھا۔ یاد ہی نہیں آ رہا۔ غالباً ان سے ہی ابتدا میں پڑھا پھر سکول میں بھی اور اصل شوق سے جو پڑھنا شروع کیا تو حضرت خلیفہ اول سے قرآن شریف و حدیث پڑھنے لگے کیونکہ اس وقت سے مطالعہ پر زور تھا اور اکثر مسائل پر، حدیث وغیرہ پر میرے چھوٹے ماموں جان سے گھر پر بھی باتیں ہوتی تھیں۔ ان کی توجہ علم دین کی طرف ہی رہی مگر یہ نہیں کہ ہر وقت لگے ہی رہیں۔ میز پر قرآن شریف، عربی کی کتابیں، لغت وغیرہ کتب، حدیث اور ایک انجیل بھی ضرور رکھی رہتی تھی۔ اسی طرح شیعوں کے مَراثی اور کتابیں مختلف مذاہب کی ہوں گی ضرور مگر میں نے انجیل پڑھ کر دیکھی کچھ حصہ، اور مرثیے پڑھے وہ یاد ہے۔ انیس اور دبیر بھی ان کے پاس تھے۔ کوئی خاص وقت پڑھائی کا باہر صرف بھی نہیں کرتے تھے۔ اور اندر بھی پڑھتے ضرور تھے۔ مگر اتنا نہیں کہ دن رات جیسے لڑکے سر کھپاتے ہیں۔ ان کو تو اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنے فضل و کرم سے پڑھا دیا۔

اکثر آشوب چشم بھی ہوجاتا۔کمزوری سے حرارت بھی ہوجاتی تھی۔قوی بدن نہ تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پڑھائی کے لئے کبھی بھی نہیں کہا کہ محنت کرو وغیرہ۔مگر ابتدا سے اپنی دینی کتب قرآن مجید، حدیث اور دیگر مذاہب کی کتابیں اور اس کے علاوہ کہانی قصّے بھی پڑھ لیتے تھے۔چھوٹی چھوٹی انگریزی ابتدائی کتابیں اور الف لیلہ بھی۔مجھے بھی چھوٹی چھوٹی کہانیاں الف لیلہ کی سنادیتے تھے۔دیوان غالب وغیرہ اورآپ کے استاد (جن سے کچھ عرصہ اصلاح لی تھی شاعری کے سلسلہ میں) جلالؔ لکھنوی کے دیوان بھی آپ کے پاس تھے۔میری ہوش میں بہت کم عمری سے میں نے بڑے بھائی (حضرت مصلح موعود) کا کمرہ الگ دیکھا جس میں کتابیں رکھی رہتی تھیں میز پر۔میں بھی وہاں جا پہنچتی تھی۔

سوال: گھر میں بچوں کا آپس میں کھیلنا۔گھر کے بچوں سے آپ کا سلوک اور میل ملاپ۔آپ زیادہ کس کا خیال رکھتے۔بچوں کی کسی لڑائی جھگڑا میں (اگر کوئی ایسا واقعہ ہوا ہو) آپ کا طرز عمل یا بیچ بچاؤ کا انداز؟

جواب: آپ گھر میں کھیلتے تھے اکثر وقت پاکر جو صحن خالی ہو اس میں گیند بلا وغیرہ اور اس کے علاوہ گھر کے باہر آپ کے مشاغل غلیل سے نشانہ بازی، کشتی چلانا، تیرنا وغیرہ تھے۔مٹی کے غلیلے بنانے میں ہم سب شریک ہوجاتے۔مگر گھر میں نہیں چلاتے تھے۔یہ کام باہر ہوتا تھا۔گھر میں تو کبھی نشان لگا کر غلیل چلا کر دیکھ لیا اور اس سے ذرا بڑے ہوئے تو سواری سیکھی اور گھوڑے کی سواری کو بہت پسند کرتے تھے۔آپ ہم بچوں سے بہت پیار کرنے والے بے حد خیال رکھنے والے تھے۔مجھے تو خاص طور پر بہت محبت کی، بہت ناز اٹھائے۔کبھی خفا ہونا یاد ہی نہیں۔ایک بار لڑکیوں کے ساتھ میں کھیل رہی تھی۔لڑکیوں نے کوئی کھیل تالی بجانے والا کھیلا میں بھی بجانے لگی تو مجھے کہا کھیلو مگر تم نہ کبھی تالی بجانا۔یہ لوگ بجایا کریں۔

مبارک سے بھی بہت پیار کا سلوک تھا۔(ایک خط میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے میاں کو لکھا ہے۔محمود اپنی والدہ سے بہت مانوس ہے اور مبارک سے بھی اب تک کھیلتا ہے۔ابھی بچہ ہی ہے) دوسرے بھائیوں سے بھی کبھی میں نے سختی کا سلوک یا جھگڑا نہیں دیکھا۔منجھلے بھائی صاحب سے تو اکثر لمبی باتیں کرتے مگر ہر وقت اچھے موضوع پر میرے بھائی اور ماموں مل کر باتیں کرتے تھے۔کبھی فضول بات میں نے نہیں سنی۔کیونکہ جہاں یہ سب مل کر بیٹھتے میں ضرور جا پہنچتی تھی۔کئی بار ہنس کر فرماتے تھے۔کہ ؎

لڑکی وہ جو لڑکیوں میں کھیلے
نہ کہ لڑکوں میں ڈنڈ پیلے

مجھ سے بچپن سے بے تکلف رہے۔ہر بات مجھ سے کر لیتے اور میں ہر بات جو نئی سنی یا سمجھ سے باہر ہوتی ان سے پوچھتی۔میری کھل کر بات یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہوتی تھی یا بڑے بھائی حضرت مصلح موعود سے۔حضرت مسیح موعودؑ بھی جانتے تھے کہ ہم دونوں کا آپس میں زیادہ پیار اور بے تکلفی ہے کہ آپ نے بھی تین چار بار مجھے کہا محمود کچھ چُپ چُپ ہے یہ کبھی اپنی حاجت نہیں ظاہر کرتا نہ مانگتا ہے تم پوچھو تو سہی کہ کیا چاہیے۔میں نے پوچھا اور بتادیا۔یہ میں لکھ چکی ہوں پہلے کبھی۔ایک بار بخاری کی سب جلدیں منگانے، پورا سیٹ کہا تھا، ایک بار سول اخبار جاری کروانے کو۔ایک دفعہ بھابھی جان کو لاہور گئے زیادہ دن ہوگئے تھے کہا میں ان کا لاہور زیادہ رہنا پسند نہیں کرتا بلوالیں۔

ہم لوگ لڑتے نہیں تھے۔کم از کم بہنوں سے لڑنے کی تو قسم ہی ہمارے ہاں تھی۔مبارک احمد اور میں چھوٹے تھے۔تینوں بھائیوں نے کبھی کچھ نہیں کہا۔آپس میں منجھلے بھائی چھوٹے بھائی کبھی تکیوں سے لڑائی گویا جنگ مصنوعی کیا کرتے تھے یا چھوٹے بھائی صاحب کو منجھلے بھائی صاحب چڑاتے تھے وہ چڑتے مگر اس سے زیادہ ہرگز نہیں۔نہ مار نہ کٹائی۔ایک بار کوڑا اچھپا کی کھیلتے ہوئے مبارک کی پیٹھ پر کوڑا زور سے ماردیا۔وہ نازک سا بچہ تھا رونے لگا۔مجھے آج تک افسوس ہے اپنی اس حرکت پر کہ میں نے پکار کر حضرت مسیح موعودؑ کو کہا کہ مبارک کو چھوٹے بھائی نے زور سے کوڑا ماردیا تو آپ چھوٹے بھائی پر بہت خفا ہوئے تھے۔اصل میں ہم دونوں آپس میں بہت مانوس تھے۔(مبارک اور میں) حضرت مسیح موعودؑ اکثر فرماتے تھے کہ دونوں بہت ایک دوسرے سے جڑے رہتے ہیں۔دراصل نام ایک ہے۔صرف ایک ''ہ'' کا ہی فرق ہے۔لہٰذا یہ بات تو ضمن میں آگئی مگر میں نے تو بڑے بھائی کو حضرت مسیح موعودؑ کی مانند محبت کرنے والا پایا۔ذرا بڑے ہو کر یہ محبت ایک دوستی کا رنگ بھی اختیار کر گئی۔خاندانی ہر بات مثلاً شادی بیاہ میں ضرور مشورہ لیتے۔دور ہوتی تو رجسٹرڈ خط جاتے۔

میری شادی کے بعد اکثر قریباً روزانہ دارالسلام کا پھیرا ہوتا تھا۔ہمارے زیادہ باہر رہنے کے ایام میں کوٹلہ بھی آتے اور شملہ بھی۔سفر کو کہیں جا رہے ہوتے تو ضرور سخت تاکید سے مجھے بلاتے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ایک دفعہ تو اتنی سخت تاکیدیں آئیں۔پے در پے کہ مجھے شملہ کو چھوڑ کر شملہ سے قادیان آنا پڑا اور آپ کے ساتھ منالی وغیرہ کا سفر کیا۔مجھے یاد نہیں کہ کبھی کہیں جانے کی صلاح ہو رہی ہو اور مجھ سے یہ اصرار نہ کیا ہو کہ چلو۔مجبوری کے سبب میں نہ جاسکتی یہ اور بات تھی۔پھر بھی کئی سفر آپ کے ساتھ کئے۔......

سوال: رشد کی عمر کو پہنچنے کے دوران کا کوئی واقعہ مثلاً آپ کے مشاغل خصوصاً گھر کے اندر۔حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں آپ کی مصروفیات۔گھر کے اندر اور باہر دینی کام۔کوئی خاص دنیوی کام آپ کے سپرد ہوا؟

جواب: آپ مجھ سے آٹھ ہی سال بڑے تھے اور مجھے اب تو بھولتا ہے مگر اس وقت کی دو ڈھائی سال کی باتیں بھی یاد ہیں۔کئی صاف نظارے میں نے ان کو دس سال کی عمر میں یا گیارہ سال کی عمر میں گویا مثلاً آنکھ کھول کر دیکھا ہوگا مگر میں نے حضرت بڑے بھائی کو باوجود کھیل وغیرہ جیسا کہ میں نے لکھا ہے کہ کبھی بے وقاری کی بچگانہ حرکتیں کرتے نہیں دیکھا۔لڑکیاں شادی کا ذکر کر کے چھیڑتی تھیں کہ میاں کا بیاہ ہوگا۔(جب تحریک ہوئی چھوٹی عمر تھی تو شرماتے تھے) زیادہ چھیڑنے پر ایک دفعہ بانس مسہری کا لے کر پیچھے دوڑتے دیکھا۔اس غصہ میں کہ کیوں مجھے چھیڑتی ہیں۔اس وقت گھر میں بڑی لڑکیاں ان کی دودھ شریک بہنیں یا ایک دوسیانی شریف لڑکیاں تھیں۔جن میں ایک......اصغری بیگم صاحبہ......اہلیہ مدد خانصاحب مرحوم عزیزان یعقوب، الیاس، داؤد وغیرہ کی والدہ ہیں۔یہ لوگ وہ تھے جو ساتھ کھیلے۔ہم عمر تھے اور تمام زندگی آپ کی دیکھی۔مگر کبھی آگے پیچھے اشارۃً کنایۃً نہ اس وقت نہ اب تک کسی نے کوئی نازیبا بات آپ کے متعلق نہیں کہی۔مفتری اور ابلیس ان کو بھی بہکا سکتے تھے۔مگر یہ نوجوانی کی زندگی کے گواہ بفضل خدا ان کی نیکی کے ہی گن گاتے رہے۔

شادی کم عمری میں ہوئی۔آپ کے مشاغل پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔اسی

طرح پڑھنا الگ بیٹھ کر، مسجد میں نماز کو جانا باقاعدہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آپ سے میری زندگی میں سلوک ایسا ہی میں نے دیکھا جیسا ایک جوان قابل اور قابل اعتماد بیٹے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ دنیوی کام آپ نے اُن سے کبھی نہیں لیا۔ حضرت خلیفہ اول کے پاس کسی کام یا دوا وغیرہ کے متعلق بات کرنے کو کہہ دیا وغیرہ۔ میں لکھ چکی ہوں جب صدر انجمن احمدیہ بن رہی تھی ان دنوں آپ سے پوچھتے تھے کہ کیا بات ہو رہی ہے۔ کمیٹی کے متعلق اور ممبر خواہ اس وقت نہ ہوں مگر آپ باہر آتے جاتے اور حضرت مسیح موعودؑ سے بات کرتے تھے۔ ویسے آپ بے تکلف ہو کر ہم لوگوں کی طرح آپ سے بات نہیں کرتے تھے یعنی جب سے مجھے یاد ہے جب رات کو حضرت مسیح موعودؑ باتیں کرتے کوئی واقعہ کوئی پرانا ذکر۔ کوئی بزرگوں کی روایت سُناتے تو ہم سب کے ساتھ اکثر آپ بھی ہوتے تھے۔ کھانا بھی اکثر ساتھ کھاتے تھے۔ مگر اب یہ عمر تھی کہ بہت ادب اور وقار کے ساتھ گفتگو یا سامنے آکر کام وغیرہ کا بتانا ہوتا تھا۔ غرض دنیوی کام کوئی سپرد نہیں ہوا۔ ایک باغ حضرت اماں جان کے نام تھا وہ بھی اور کچھ زمین وغیرہ جو تھی نانا جان دیکھ بھال کر لیتے تھے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے تو کبھی پوچھا تک نہیں۔ ایک دفعہ حضرت نانا جان نے جو (رپورٹ ضرور دیتے تھے) ذکر میں فرمایا کہ مالی کی تنخواہ تین روپے ہے آپ نے فرمایا۔ اچھا پہلے تو 8 ہوتے تھے۔

اصل میں پہلے تو متعلقین وخدام کی تنخواہ تو نہ ہوتی یا برائے نام، مگر کھانا پینا اور دیگر ان کے اخراجات شادی بیاہ وغیرہ ان کی ضروریات کے موقعوں پر ساری کسر نکل جاتی تھی۔ ان کے سب کام چل جاتے تھے۔

سوال: خلافت اُولیٰ کے انتخاب کے وقت اندرون خانہ کوئی صلاح ومشورہ۔ کوئی خاص واقعہ؟

جواب: خلافت اولیٰ کے انتخاب کے وقت آپ باہر سے آئے اور حضرت اماں جان سے کہا کہ حضرت مولوی صاحب کے متعلق سب کا خیال ہے۔ آپ سے بھی مشورہ کو کہا ہے۔...... آپ بتائیں...... حضرت اماں جان نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب ہی مناسب ہیں۔

......خلافت اولیٰ کی ابتدا میں ہی گندے عناصر نے بعض قلوب میں جگہ پالی تھی جس کی وجہ انسان کے لئے مرض مہلک ''بدگمانی'' اور مرض قاتل حسد (ناحق) کے سوا کچھ بھی نہ تھی۔ اندر ہی اندر بعض لوگ گویا خلیفہ کا انتخاب کر کے اور ''قیام خلافت'' پر اپنی منظوری کی مہر لگا کر اور ہاتھ کٹوا بیٹھنے پر پچھتا رہے تھے۔

میری اپنی قطعی رائے ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے وقت کی ایک اس خاص وجود یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی باتیں اور کلام بالعزم سن کر بھی کچھ زیادہ پہچان لیا تھا...... اور فوراً اس سوچ اور پریشانی میں گرفتار ہو گئے کہ یہ بچہ نہیں اس کے تو آثار ہی کچھ اور ہیں اور حضرت مولوی صاحب کی خلافت تو چند روزہ بوجہ ضعیف العمری عقلاً سمجھی جا سکتی ہے اگر اس ستارہ کی روشنی اسی طرح بڑھتی گئی تو یہ ماہ تاباں بن کر ہم سب کو ماند کر دے گا۔ یہ تو ہم بزرگوں اور تجربہ کاروں پر ایک کاری ضرب ہوگی۔ ہم یہ کیا کر بیٹھے ہیں؟ ان خیالات کے زیر اثر کچھ ترکیبیں۔ کچھ عذر کچھ بہانے دل بہلانے کو سوجھنے لگے چلو کیا ہو گیا۔ ایک بار بیعت ایک بزرگ کی کر لی آئندہ دیکھا جائے گا۔ مگر ابھی سے بیج تو بونے چاہئیں۔ سو اندرونی خیال کا اظہار ہونے بھی لگا اور بات پھوٹنے لگی تو اندر ہی اندر کھلبلی سی مچ گئی۔ آپ تک بات پہنچتی۔ پریشان ہوتے دعائیں کرتے۔ میرے میاں سے اکثر باتیں اسی موضوع پر ہوتیں۔ آپ کو تڑپ تھی کہ جماعت میں فتنہ نہ ہو۔ سخت اضطراب تھا کہ کوئی پھوٹ نہ پڑے۔ خلیفہ اول سے آپ کو بہت زیادہ محبت تھی اور خود خلیفہ اول کو تو آپ سے گویا عشق تھا۔ آپ کو یہ دکھ بھی ہوتا کہ خلیفۃ المسیح کی زندگی میں آئندہ کا ذکر اور قیاسات بھی کوئی کیوں کرتا ہے۔

سوال: خلیفۂ وقت سے آپ کا تعلق، ادب وفدائیت؟

جواب: آپ حضرت خلیفہ اول کا محبت کے ساتھ بہت ادب بھی کرتے تھے۔ ادب سے کلام کرتے تھے حالانکہ آپ بہت محبت بچپن سے کرتے آئے تھے۔ فرماتے تھے کہ کئی اولادوں کی وفات کے بعد یہ عبدالحیٔ اور اور اولادیں خدا تعالیٰ نے مجھے دی ہیں۔ مگر محمود مجھے ان سب سے زیادہ پیارا ہے۔ یہ بات میرے سامنے کئی بار کی گئی ہے۔

اس بچپن کے پیار کے باوجود آپ خلیفہ اول کے سامنے بہت مؤدب ہوتے تھے۔ آپ نے (خلیفہ اول) کی وفات کے بعد مجھے چند روز کے بعد ہی کہا کہ ایک دفعہ خلیفہ اول نے کہا تھا کہ میرا کوئی ظاہری رشتہ حضرت مسیح موعودؑ کے خاندان سے نہ ہو سکا تو میری خواہش ہے کہ آپ کی وہ تمنا اب میں پوری کروں اور امۃ الحیٔ کے لئے درخواست رشتہ بھیجوں۔ خیر پھر تحریک ہوئی اور شادی ہو گئی۔ امۃ الحیٔ بہت چاہنے والی بہت تابعدار بیوی ثابت ہوئیں۔ ذہانت تو غضب کی پائی تھی۔ اشارہ بات کا پا جاتی تھیں۔ اشعار سے بھی دلچسپی تھی۔

ایک خط میں مجھے لکھا ہے کہ میری سب بیویوں میں امۃ الحیٔ میری بہت تابعدار بیوی تھی۔ آپ کو ان سے بہت محبت تھی اور وہ مرحومہ ہم سب سے مجھ سے اور حضرت اماں جان سے تو خصوصاً بہت ہی محبت کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ درجات بلند فرمائے۔

خلیفہ اول کی وفات بہت بڑا صدمہ تھا۔ وہ بوجھ دل پر الگ اور اس وقت فتنہ کا فکر جس کی تفاصیل آپ سب کے علم میں ہیں وہ دن اور رات اور اگلا دن جس طرح گزرے اس کا بیان میں لانا مشکل ہے۔ بار بار کبھی باہر کبھی اندر دارالسلام میں یہی باتیں یہی فکر اور یہی ذکر یہی تڑپ تھی کہ خلافت رہ جائے کوئی بھی منتخب ہو جس کو چاہیں چن لیں ہم سب بیعت کر لیں گے۔ مگر یہ فتنہ نہ ڈالیں کہ خلافت ہی نہ ہو۔

سوال: حضرت (اماں جان) سے محبت۔ بہن بھائیوں کی دلداری اور محبت۔ بچپن کے ساتھی اور دوست۔ رجحان طبع؟

جواب: حضرت اماں جان سے بچپن سے بہت مانوس تھے اور آپ کی عزت اور محبت، ہر وقت آپ کے آرام کا خیال حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد بہت بڑھ گیا تھا۔ ایک بار اماں جان بیمار ہوئیں تو مجھے الگ لے جا کر کہا کہ میں بھی ایک دعا کرتا ہوں اور تم بھی کرو اور کرتی رہو کہ اب اماں جان کو ہم میں سے خدا تعالیٰ کسی کا غم نہ دکھائے اور اماں جان کی زندگی میں برکت بخشے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جان سے فرمایا تھا کہ تین امتحان تمہارے اور ہوں گے۔ یہ مبارک کی وفات سے پہلے کہا تھا۔ یہ بات حضرت اماں جان سے سنی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے وقت آپ نے فرمایا کہ تین امتحان تھے دو ہو چکے ایک باقی ہے۔ اس وقت جب مجھے یہ بات بتا رہی تھیں تو میرے چھوٹے بھائی کے کپڑے بکس میں رکھ رہی تھیں (سامانِ سفر تیار کرنا تھا۔ یہ لاہور سے سفر واپسی حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے وقت کا ذکر ہے)

تو مجھے ہمیشہ چھوٹے بھائی کا بہت فکر رہتا تھا۔ مگر باوجود دونوں ماموں جان اور میرے میاں کی وفات کے جب پارٹیشن ہوئی۔ قادیان چھوڑنا پڑا۔ اس وقت اماں جان کی تڑپ اور صدمہ دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ تیسرا امتحان یہ تھا۔

حضرت بڑے بھائی صاحب جب پاس آتے تو کہتی تھیں میاں دیکھو مجھے قادیان ضرور پہنچانا، بہشتی مقبرہ میں۔ بڑے بھائی صاحب کی آنکھیں تر ہو جاتیں اور کمرہ سے نکل جاتے یہ حالت یہ تڑپ دیکھ کر۔

بہن بھائیوں کی دلداری تو کرتے ہی تھے۔ بہن بھائیوں کی اولاد سے بہت پیار اور محبت کا ہمیشہ سلوک کیا۔ اپنے بچوں کے لئے تو کچھ لحاظ اور شرم بھی پہلے پہل کہ اماں جان کے سامنے گود میں لینا۔ پیار کرنا۔ اس میں شرم محسوس کرتے۔ مگر امۃ السلام سلمہا منجھلے بھائی کی بڑی لڑکی سے بہت پیار کرتے۔ منجھلے بھائی لڑکی سے شرم کے مارے بات تک نہ کرتے تھے مگر حضرت بڑے بھائی صاحب نے بہت ہی ان سے لاڈ پیار کا سلوک رکھا۔ اب تک سلام کی تکلیف سن کر برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کسی نے افواہ سنائی کہ مرزا رشید احمد اُور شادی کرنا چاہتے ہیں۔ سخت غصہ آیا کہنے لگے مجھے رات بھر نیند نہیں آسکی۔ رشید سے کہہ دو کہ سلام بے وارث نہیں ہے۔ ابھی میں زندہ ہوں۔ اس کے باپ بھائی سب خدا کے فضل سے سلامت ہیں۔ یہ شادی میں نے اپنے بڑے بھائی (حضرت مرزا سلطان احمد صاحب) کے اصرار پر اُن کی خاطر کی تھی۔ میاں بشیر کا تو دخل بھی نہ تھا۔ میں سلام کو تکلیف نہیں پہنچنے دوں گا وغیرہ۔

نوعمری یا بچپن کے دوست مجھے ایک تو ڈاکٹر اقبال غنی یاد ہیں۔ ان کی اور دوسرے ایک دو دوستوں کی ان کے آنے پر دعوت کرنا بھی یاد ہے۔ باہر ساتھ کھیلنے والے اور کشتی وغیرہ چلانے کے وقت ساتھ والوں میں چراغ، باغ دونوں بھائی اور غالباً میاں غلام حسین لنگر خانے والے کے لڑکے بھی ہوتے تھے۔ ایک عمر دین، مہردین ہوتے تھے۔ جن کی والدہ حضرت منجھلے بھائی کی کھلانے والی تھیں۔

......حضرت اماں جان کی وفات کے بعد لوگ حضرت اماں جان کا تبرک بہت مانگتے تھے۔ چند دن وفات پر گزرے تھے۔ میں نے کہا کہ اماں جان نے اسی سال اتنے کپڑے لوگوں میں تقسیم کئے کہ بہت کم رہ گئے ہیں۔ ہم نے بھی اپنے اور بچوں کے لیے نشانی رکھنی ہے۔ کیا کریں فرمایا حضرت اماں جان کے وجود میں بھی خدا تعالیٰ نے خاص برکت رکھی تھی اور بہت بابرکت بنایا تھا ان کو تبرک دینا ہے تو یہ مراد نہیں کہ سارا کپڑا ہی دیا جائے اماں جان کی قمیص کی ایک آستین، پاجامہ کا ایک پائنچا یا اس سے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی تبرک ہیں جو مانگیں ان کو اس طرح تقسیم کردو اور اماں جان کا کل سامان میں نے تمہارے سپرد کیا ہے۔ بلکہ تم کو میں نے دے دیا ہے تم سنبھالو اور جو چاہو کرو۔ حضرت اماں جان کے دو چار زیور طلائی تھے میں نے وہ جب تقسیم کرکے بتلایا تو فرمایا یہ تو میں تم کو دے چکا ہوں۔ میں نے کہا میں خود دے رہی ہوں سب کے پاس ایک ایک چیز چاہیے۔ غرض جس طرح میں نے چاہا کپڑے زیور اور تبرکات حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو حضرت اماں جان کے پاس باقی تھے سب میں تقسیم کیے۔

حضرت اماں جان کے دہلی والے عزیزوں کا بھی خاص خیال رکھتے اور بہت ان کی خاطر داری فرماتے۔ جب دہلی جاتے بلا بلا کر ملتے تھے۔ حیدر آباد دکن میں حضرت اماں جان کے ننھیالی عزیز تھے۔ احمدی بھائیوں کو سمجھا کر ان کی دعوتیں قبول کیں اور زیادہ وقت ان سب عزیزوں کی دعوتوں میں ہی صرف ہوا تھا۔ فرمایا اماں جان کے عزیز ہیں۔ ان کا حق ہے اس وقت پھر پارٹیشن کے بعد جو عزیز آتے رہے سب کی ہر طرح امداد کرتے رہے۔

ایک دفعہ حضرت سیٹھ عبداللہ صاحب کی بیگم نے قادیان میں آپ سے ذکر کیا کہ ایک تقریب میں میں نے تبلیغ شروع کی ایک معمر بیوی سے کوئی بات کرنے لگی کہ ہمارے خلیفہ نے یہ فرمایا ہے۔ آپ کا نام لیا تو وہ کہنے لگیں تو مجھے بتاتی ہو وہ تو میرا بچہ ہے۔ میرا محمود۔ میں کیا جانتی نہیں ہوں۔ آپ ہنسے اور فرمایا: ہاں وہ تو میری نانی لگتی ہیں۔ ہم ان کو گوری نانی کہا کرتے تھے۔

رجحان طبع اصل تو دینی تھا جس کی دھن تھی کہ احمدیت تمام عالم میں پھیلے اور اسلام کا غلبہ ہو۔ ہر احمدی کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتے تھے اور یہ بھی تڑپ ان میں میں نے دیکھی کہ کسی طرح بچھڑے ہوئے بھائی جو خلافت سے الگ ہو چکے ہیں ان کی اصلاح ہو۔ جس روز حضرت میر حامد شاہ صاحب کا بیعت خلافت کا خط آیا اماں جان کے پاس آئے اور کہا مبارک ہو اماں جان۔ میر حامد شاہ نے بیعت کر لی اور پھر بیت الدعا میں چلے گئے اور کافی دیر تک لمبے سجدوں کے ساتھ شکرانہ کے نفل ادا فرمائے۔

......ایک دفعہ قادیان کے زمانہ میں میں نے بہت فضول باتیں تکلیف دہ حضرت خلیفہ اول کے صاحبزادگان کی سن کر تنگ آکر آپ کو لکھا کہ ان کی عادت پختہ ہو رہی ہے اس لیے فتنہ کو روکنے کے لئے اب ضرور آپ کو تنبیہ کرنا اور قدم اٹھانا چاہیے اس پر آپ نے مجھے یہ جواب میں لکھا تھا کہ ''اکبر بادشاہ کے پاس ان کے کوکا کی شکایات پہنچی تھیں تو انہوں نے کہا تھا میرے اور اس کے درمیان دودھ کا دریا بہتا ہے تو میرے اور ان کے درمیان تو سات دودھ کے دریا بہتے ہیں۔ میں صبر کرتا چلا جاؤں گا۔ طرح دیتا رہوں گا۔ جب تک ممکن ہوگا'' یہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی محبت اور حق استادی وغیرہ کی طرف اشارہ تھا۔ ان لوگوں کی اکثر باتیں رو رو کر پہنچانے والی خود ایک حضرت خلیفہ اول کی نہایت مخلص سعید بہو تھیں۔ جو بہت نیک خاتون تھیں۔ خدا تعالیٰ ان کے لڑکوں کو ہدایت بخشے، وہ حضرت اماں جان کی خدمت میں آکر رو دیا کرتی تھیں اور خود مجھے بھی بہت دفعہ یہ دکھ بیان کئے۔

ولایت سے 1955ء میں آکر سب کو تحفے دیئے تو حسب معمول اماں جی مرحومہ (حرم حضرت خلیفہ اول) کیلئے بھی جوڑا تھا جو پہلے خرید لیا تھا (اماں جی صاحبہ کی وفات بعد میں ہوئی) فرمایا امی جی کے لئے جوڑا میں لایا تھا وہ اب ان کی کسی بہو کو دے دیں۔ غالباً میاں عبدالسلام مرحوم کی بیگم کو دیا تھا۔

ہمیشہ سفر سے آکر اماں جی کا تحفہ ضرور ہوتا تھا۔ شاید ہی کبھی ناغہ ہوا ہو۔ بچوں پر بھی ہمیشہ شفقت کی مگر جنہوں نے باپ کی آنکھیں نہ دیکھی تھیں وہ دوسروں کے پھسلانے پر محض بدظنیوں کے عذاب میں مبتلا ہو کر الگ ہو گئے۔ میاں عبدالسلام مرحوم فتنوں سے دور ہی رہتے تھے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی بلا کر ملوث ہونے سے بچا لیا۔ کاش کہ ان بچوں کو اپنے والد محترم کا زمانہ یاد ہوتا اور خلافت کے چند ہی ماہ بعد جو خبریں آپ نے خلافت کے خلاف سنیں اور فوراً فتنہ دبانے کے لئے آواز اٹھائی مسجد مبارک کی چھت پر جس پر شوکت آواز سے وہ شیر

خدا گرج رہا تھا اور لوگوں کی چیخیں نکل رہی تھیں وہ نظارا دیکھتے۔ وہ آواز جس طرح گویا آج بھی ہم سن رہے ہیں۔ کاش کہ یہ بھی سن سکتے اور دشمنان خلافت کے دوست جانی نہ بنتے۔ الگ ہو کر چپکے ہی بیٹھ رہتے مگر باپ کا زمانہ تو یاد رکھتے۔ خدا تعالیٰ اب بھی ان کو راہ راست پر لے آئے ہماری تو دعا ہی رہتی ہے۔

ایک دفعہ میاں منان کی علالت کی خبر آئی۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح الثانی بیمار تھے اور اخراج ان لوگوں کا ہو چکا تھا۔ اس پر بھی آپ نے کئی بار پوچھا کہ منان کا اب کیا حال ہے اور کسی ذریعہ سے ان کی خیریت معلوم کرنے کی تاکید کی۔ ان کی علالت سے پریشانی اس طرح تھی کہ دلی تعلق ظاہر ہوتا تھا۔ صد افسوس کہ اس قلب صافی کی قدر ان لوگوں نے نہ جانی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سوال: اپنی اولاد اور دوسرے عزیزوں سے تعلق محبت اور تربیت کا انداز کیسا تھا؟

جواب: آپ نے اپنے تمام بیٹے اپنی جانب سے وقف صدق دل سے کئے اور سب کو اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ڈال دیا تھا اور یہ خواہش تھی اور خیال رہتا تھا۔ میرے پاس بھی اظہار کیا دو تین بار کہ اول خواہش میری یہی ہے کہ لڑکیاں بھی واقفین زندگی کو دوں۔ اس کے ساتھ یہ بھی خواہش تھی اور پسند یہی تھا کہ جہاں تک ممکن ہو رشتے مل سکیں تو خاندان میں شادیاں ہوں۔ فرماتے تھے اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی ہر دو جانب کے لئے کی ہوئی دعائیں بچوں کو حاصل ہوں گی۔

سندھ کے ذکر پر ایک دفعہ مجھے کہا کہ میں نے زمین خریدنے اور جائداد کو ترقی دینے کا اب جو کام شروع کیا ہے یہ اپنے لئے نہیں بلکہ میری نیت یہ ہے کہ زمانہ بدل رہا ہے۔ رہائش کے سٹینڈرڈ بدل رہے ہیں۔ گرانی دن بدن زیادہ ہوتی نظر آتی ہے۔ میں نے چونکہ سب لڑکوں کو وقف کیا ہے ایسا نہ ہو کہ کبھی تنگی ان کے دل میں دنیا کی رغبت پیدا کرے اور ان میں سے کوئی بھی یہ نہ سوچے کہ ہمیں تنگی میں ڈال دیا ہے۔ ان کی اوسط درجہ کی خوش حال زندگی ان کو حاصل رہے۔ یہ کبھی لوگوں کو دیکھ کر اپنے آپ کو مقابلۃً تنگدست محسوس کر کے خدانہ کرے ابتلا میں پڑ جائیں۔

پہلے پہل شادی شدہ بچوں کو بھی آپ نے محض اتنا خرچ دیا کہ مشکل سے گزارا ہو سکے۔ جب آزما لیا کہ بفضلہٖ تعالیٰ یہ ہر حال میں شکر گزار ہیں اور کبھی شکایت نہیں کی تو بچے ہونے پر ان کا خرچ بڑھاتے رہے اور زچگی، بیماریوں وغیرہ پر اخراجات بھی امداداً خود کئے اور دیگر کوئی کام کرنے کی بھی بہت دیر کے بعد اور آزمائش کے بعد اجازت دی تھی۔ اسی شرط سے کہ سلسلہ کے کاموں پر ذرا بھی اثر انداز نہ ہو۔ فارغ وقت میں یا کسی سے کام لے کر کچھ کام کر سکتے ہیں۔ یہ بھی مجھے علم ہوا تھا اور آپ کی زبانی بھی سنا تھا کہ دوسرا کام کریں مگر اول اپنا کام جو اصل ہے مقدم سمجھیں یہ شرط ہے۔

منصورہ بیگم میری لڑکی سے بھی بچپن سے بہت محبت کی بہت شفقت فرماتے تھے۔ منصورہ غالباً تیسرے بچے کی پیدائش کے بعد بہت بیمار ہو گئی تھیں 1941ء یا 1942ء میں ان کو بغرض علاج دہلی بھیجا اور تمام خرچ اٹھایا۔ علاج لمبا چلا تو منصورہ بیگم کو بہت احساس تھا کہ ماموں جان پر بہت بوجھ میری وجہ سے پڑ رہا ہے انہوں نے لکھا کہ آپ پر اتنا خرچ میری وجہ سے پڑ رہا ہے مجھے بہت شرم آتی ہے۔ تو ان کو لکھا تھا کہ تمہاری جان سے زیادہ مجھے روپیہ نہیں ہے تم ہزاروں کا لکھتی ہو۔ اگر ایک لاکھ بھی علاج پر خرچ ہو جائے تمہاری صحت کی خاطر تو مجھے پرواہ نہیں۔

ایک شفیق مگر دُور اندیش باپ تھے۔ لڑکوں پر کڑی نظر رکھتے (لڑکیوں پر بظاہر زیادہ نرمی)۔ قدرتاً لڑکوں کے اپنی آرزو کے مطابق خادم دین بننے اور خدمت اسلام کے لئے کمربستہ سپاہی بنا رہنے کی آپ کو دلی خواہش تھی۔ کسی لڑکے کے کام کی تعریف کسی سے بھی سنتے تو خوش ہو جاتے۔ جب عزیزی ناصر احمد خلیفۃ المسیح الثالث کو 1953ء میں قید کیا گیا۔ ہم رتن باغ میں تھے۔ میں دیکھ رہی تھی عزیزی ناصر احمد کوٹھی کے رُخ بیٹھے تھے ان کا چہرہ صاف نظر آ رہا تھا۔ ایک عجیب شان ایک عجیب نور ایک خاص وقار چہرہ پر برس رہا تھا۔ یہ نہیں معلوم ہوتا تھا کہ یہ ناصر احمد ہی ہیں۔ اس وقت بجائے قیدی ہونے کے معلوم ہوتا تھا کہ ایک فاتح بادشاہ فتح عظیم کے بعد بڑی شان سے رواں ہے۔ وہ چہرہ، وہ نقشہ وہ خاص نور وہ شان دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا تھا کہ یہ محض قلبی اثر نہیں۔ (یعنی خوشی سے ہر قربانی کے لئے تیار ہونے اور اطمینان قلب اور صبر و استقلال کا ہی اثر نہیں یہ صرف اس وقت تو ایک خاص بات ظاہر ہو رہی ہے)۔ اس میں خدا تعالیٰ کا تصرف شامل ہے۔ میں نے اس کا ذکر بعد میں کیا کہ اس وقت ناصر احمد پر ایک عجیب خاص نور اور ایک خاص شان تھی، حیرت ہو رہی تھی کہ یہ اتنی دیر میں بدلی ہوئی ہستی نظر آ رہی ہے تو آپ اتنا خوش ہوئے کہ بے اختیار کہا اچھا! اور خوشی سے آپ کا پُرنور چہرہ چمکنے لگا تھا......

سوال: آپ کی ذاتی زندگی، علمی وادبی لطائف، شعروشاعری اور عام دلچسپیاں کس قسم کی تھیں؟

جواب: رات کو بہت دیر تک کام کرنا۔ پھر سونا۔ پھر ذرا دیر میں تہجد کے لئے اٹھنا، گویا رات جاگ کر ہی گزرتی اسلئے آپ کو بعد نماز صبح سو جانے کی عادت تھی۔

مالیر کوٹلہ میں رہائش کا زمانہ 1923ء سے لے کر 1943ء تک میرا بہت لمبا رہا۔ اکثر قادیان آ جاتی تھی چند روز کے لئے۔ حضرت اماں جان کے پاس ہوتی تھی مگر آپ بہت خیال رکھتے تھے۔ کبھی کوئی خاص کھانا پکواتے کبھی پھل لا کر خود کھلاتے۔ رات کو گرمی میں کام کرتے کرتے اٹھ کر (ذرا آرام کرنے کو اٹھتے ہوں گے) ضرور اماں جان کے صحن میں آتے مجھے اٹھاتے کوئی پھل ٹھنڈا آلو بخارا، آڑو وغیرہ خود بھی کھاتے اور مجھے بھی دیتے۔ کبھی اوپر کی باری ہوتی تو چوبارے کی دیوار کے پاس کھڑے ہو کر بھی پکارتے اور اوپر سے پھل پھینکتے۔

عطر اور خوشبو آپ کو پسند تھی۔ اکثر سامان منگا کر خود تیار کرتے۔ جب میں آتی خاص نمونے تیار کرتے اور پہلے بھی دکھاتے۔ اتنا عطر مجھے دیا ہے کہ اس وقت منگوانے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ مجھے بھی خوشبو پسند ان کو بھی۔ ملتے ہی عطر کا ذکر ضرور فرماتے اور لا کر دیتے تھے۔

میرے میاں کی وفات کو پانچ سات روز گزر رہے تھے۔ میں لیٹی ہوئی تھی بستر پر۔ حضرت اماں جانؓ میرے پاس ہی تشریف رکھتی تھیں۔ آپ آ گئے اور حسب عادت جلدی سے عطر کی شیشی کھول کر مجھے لگا دیا۔ حضرت اماں جان گھبرا کر بولیں: میاں یہ کیا کیا۔ عطر لگانا ان دنوں ٹھیک نہیں (بوجہ ایام عدت)۔ جس طرح انہوں نے مجھے دیکھا اور پشت پھیر کر جلدی سے کمرے سے باہر نکل گئے وہ درد بھری نگاہیں میں بھول نہیں سکتی۔ پھر کمرے میں نہیں آئے۔ باہر سے ہی رخصت ہو گئے۔

میرا پیارا بھائی اپنے رتبہ اور مقام اور قرب الٰہی کی وجہ سے تو تھا ہی ایک بندہ

خاص۔مگر بھائی ہونے کے لحاظ سے بھی وہ ایک بیش بہا ہیرا تھا جس کا بدل نہیں۔کئی بار مجھے کچھ دقت پیش آئی پارٹیشن سے پہلے بھی اور بعد میں بھی جب اظہار کیا فوراً شرح صدر سے بلا توقف مالی امداد بھی کی۔جب ان کا وقت رخصت قریب آ گیا تو میرے حالات بھی بدل گئے۔الحمدللہ کہ اب کوئی ایسی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔

لطائف بھی سنایا کرتے اور ملنے پر تازہ لطیفے خواہ بچوں کے تماشے ہوں۔ضرور میرے سنانے کو جمع ہوتے۔طبیعت میں مزاح بھی تھا اور کاموں سے تھک کر یہی دل بہلاوا تھا۔عطر وغیرہ کی باتیں، کوئی لطیفہ اپنے سفروں کے لطائف مجھے ضرور سناتے یہ مجھ سے ایک چھیڑ تھی، مذاق بھی کہ آدھا لطیفہ یا ایک مصرعہ شعر کا سنا کر فرماتے۔آگے میں بھول گیا۔مجھے آدھی بات سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔مذاق میرے ساتھ ہمیشہ رہا پھر ذرا چڑا کر سنا دیتے تھے۔

ایک دو بار بے تکلفی میں (گستاخی مطلب نہ تھا) میں نے آپ کے اشعار میں سے ایک دو مصرعوں کا رڈ و بدل کر دیا کہ یوں ہوتا تو اچھا ہوتا۔ذرا برا نہیں مانا فرمانے لگے اب تو چھپ گیا ہے۔بہت شوق سے مجھے نئے اشعار سناتے۔ایک دفعہ مجھے پوچھا تم کو کلام محمود میں سے کون سا شعر زیادہ پسند ہے۔(ایڈیشن اول تھا) میں نے کہا

حقیقیِ عشق گر ہوتا تو سچی جستجو ہوتی
تلاش یار ہر ہر دِہ میں ہوتی کو بکو ہوتی

اس پر خوشی کا اظہار فرمایا۔

ایک لطیفہ یاد آ گیا۔ایک دن میں نے بتا دیا کہ منصورہ کہتی ہے۔یہ ماموں جان نے (چھوٹے ماموں جان) حضرت میر محمد اسحاق کی شادی پر کیسا شعر کہہ دیا ہے۔ ؎

میاں اسحاق کی شادی ہوئی ہے آج اے لوگو

معلوم ہوتا ہے دہائی مل رہی ہے لوگو آؤ دوڑو۔آپؓ بے اختیار ہنس دیئے۔فرمایا: "خبر لوں گا بڑی شریر ہے"۔

ایک دفعہ میں نے کہا کہ آپکے اشعار میں نے الفضل میں پڑھے یہ شعر جو ہے

ہم انہیں دیکھ کے حیران ہوئے جاتے ہیں
خود بخود چاک گریبان ہوئے جاتے ہیں

اگر اس کو مطلع کے بجائے دوسرا تیسرا نمبر بنا دیں اور اس کو یوں کر دیں تو اچھا معلوم ہوگا۔

جذبۂ عشق نہیں دست جنوں کا محتاج
خود بخود چاک گریباں ہوئے جاتے ہیں

اس پر فرمایا تھا کہ اب تو چھپ چکا ہے۔میں نے کہا میں تو اس طرح ہی پڑھوں گی۔ہے تو آپ کا ہی شعر۔آپ نے اس تبدیلی کو پسند کیا تھا۔اسی طرح ایک دو دفعہ اَور بھی ہوا۔

وہ عاشق ربّ کریم تھے۔توحید کو مضبوطی سے پکڑنے والے ان کی زندگی ان کی موت سب کچھ اپنے مولا کے لئے تھا۔غصہ آتا غلط کاموں پر اکثر۔بہت جھنجھلا جاتے مگر فوراً نرم پڑ جاتے ان کا غصہ تادیبی رنگ رکھتا تھا۔اس میں گہرائی بالکل نہیں تھی۔"دل کا حلیم" اللہ تعالیٰ نے اس لئے فرما دیا تھا کہ آخر وہ کام کرے گا کام لے گا تو غصہ بھی آئے گا۔مگر یاد رکھنا کہ وہ "دل کا حلیم ہوگا"۔مجھ پر تو ساری عمر میں

ایک بار بھی خفا نہیں ہوئے ہیں۔میں نے تو ان کو محبت کا چشمہ ہی پایا۔

ہمیشہ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند سے بلند تا ابد فرماتا جائے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حضرت مسیح موعودؑ کے پاس ان کو مقام عطا کرے اور اپنا قرب اور اپنا وصل عطا فرمائے۔آمین۔(ماہنامہ مصباح۔نومبر دسمبر 1968ء)

حلیم وصابر،صاف وشفاف دِل

آپ کی صفات میں سے ایک نہایت پیاری صفت نمایاں دیکھی کہ آپ کا دل بہت ہی صاف ہے اتنا صاف دل کہ غصہ، کینہ جس میں ٹھہر ہی نہیں سکتا۔کسی کی بُرائی آپ سوچ ہی نہیں سکتے۔ہمیشہ دوسروں کے لئے خیر کے الفاظ ہی آپ کی زبان مبارک سے نکلے اور خیر ہی ہر ایک کی آپ نے چاہی۔دل کے حلیم آپ سچے معنوں میں ہیں۔بہت تنگ آ کر یا کاموں کے سلسلہ میں بجا طور پر غصہ آیا بھی، تو اس غصہ کے بعد جس پر غصہ کیا گیا، اس سے زیادہ آپ کو تکلیف ہوتی رہی ہے اور کسی نہ کسی طرح اس کے تدارک میں کوشاں رہے۔کسی صورت میں جب تک نرمی کا اظہار نہ ہو جائے آپ کو خود چین نہ آتا تھا۔جب آپ کو خفا ہوتے دیکھا، بعد میں محسوس کیا کہ اس کی خفگی کا اثر خود آپ پر دوسرے سے جس پر ناراضگی ہوئی، زیادہ ہے۔آپ کی یہی کیفیت ہوتی ہے جیسے ماں تنگ آ کر اپنے پیارے بچے کو مار کر خود آنسو بہاتی ہے۔نرمی اور رحم وشفقت آپ میں اعلیٰ درجہ کا ہمیشہ پایا۔

ایک بار بہت عرصہ کی بات ہے۔ایک اخبار میں خبر آئی کہ ایک بچی (کوئی تین سال کی عمر کی) نے اپنے غریب باپ کی جمع پونجی سے نوٹ دو تین سَو کے چولہے میں پھینک دیئے۔اور باپ نے فوری غیظ وغضب کے تحت اس معصوم کی ٹانگیں چیر کر مار ڈالا۔مجھے یاد ہے اس خبر کو پڑھ کر جو آپ کی حالت ہوئی تھی۔سخت صدمہ تھا ٹہلتے تھے اور کہتے تھے کہ "غُربت کی وجہ سے جو باپ جوش میں ایسا فعل کر بیٹھا، اب خود اس کے دل کی کیا حالت ہوگی۔جب تک زندہ رہا اس بچی کی موت اور اپنے ظالمانہ سلوک کو یاد کر کے تڑپتا رہے گا"۔جو تکلیف اس وقت آپ کو تھی اور آپ کا کرب وہ مجھے ہمیشہ یاد آتا ہے۔

ایک حبشن کنیز جو سیٹھ ابوبکر صاحب مرحوم نے (حضرت اماں جان) کو دی تھی۔اس کی بات کچھ خادمہ عورتوں نے لطیفہ کے رنگ میں بتلائی کہ "صبا" کہتی ہے۔دل چاہتا ہے! صبح اٹھوں اور کوئی میرے سرہانے چالیس روپے رکھ گیا ہو، پھر میں اپنا گھر بناؤں، میری شادی ہو جائے، وغیرہ۔

یہ سُن کر بجائے اس کی سادہ باتیں سُن کر مسکرانے کے جیسا کہ سنانے والوں کو امید تھی، آپ تڑپ اُٹھے۔اتنا سخت دلی دُکھ اور صدمہ آپ کے چہرہ اور الفاظ سے ظاہر تھا کہ اس کا اثر میرے دل پر اب تک موجود ہے۔کسی سے فرمایا: اس کو فوراً چالیس روپے بھی دیئے جائیں اور اس کی شادی کا بندوبست کیا جائے۔یہ غریب اپنے گھر کے لئے تڑپتی ہے اور سمجھتی ہے کہ مَیں لونڈی ہوں، مجھے عمر بھر اپنا گھر نصیب نہ ہوگا۔یہ ظلم ہوگا اگر اس کی خواہش پوری نہ کی گئی۔میرے دل پر سخت چوٹ لگی ہے اس کی یہ بات سن کر۔

(صبا کی شادی میاں عبدالرحیم صاحب حجام خاص حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کر دی گئی تھی اور اس کو خدا تعالیٰ نے لڑکا بھی دیا۔پہلی بیوی سے جو فوت ہو چکی تھی کوئی اولاد نہ تھی۔)(ماہنامہ خالد دسمبر 1968ء)

خان بہادر ملک صاحب خان نُون

(عبدالرحمٰن شاکر)

پنجاب کے چار اضلاع پاکستان کے بازوئے تیغ زن کہلاتے ہیں یعنی سرگودہا، جہلم، راولپنڈی اور کیمل پور۔

ضلع سرگودہا کا پہلا نام شاہ پور ہوتا تھا۔ مگر 1901ء میں اُس وقت کے افسر آبادکاری مسٹر ولیم میلکم ہیلی (جو بعد میں پنجاب اور یوپی کے گورنر ہوئے) نے اس کا نام سرگودھا رکھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جس جگہ آجکل یہ شہر سرگودھا آباد ہے وہاں پر ایک بڑا سا جوہڑ ہوا کرتا تھا جس کے اردگرد گودہا نامی ایک شخص اپنی بھینسیں چرایا کرتا تھا اور جوہڑ کو ہندی میں ''سر'' کہتے ہیں۔ جیسے امرت سر۔ اسی کے وزن پر سرگودہا۔ یعنی گودھے کا تالاب کے نام سے یہ جگہ سرگودہا مشہور ہوگئی۔

اس ضلع میں نُون، ٹوانے، قریشی، گوندل، ننگیانے۔ رانجھے، ککارے، کلیار اور اعوان وغیرہ قومیں آباد ہیں اور معزز شمار کی جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض قومیں اپنی شجاعت، دلیری اور فوجی سپرٹ کے لحاظ سے تمام برصغیر میں مشہور ہیں۔ نواب سرمحمد حیات خاں نون اور اُن کے بیٹے ملک سر فیروز خاں نُون (سابق وزیراعظم پاکستان) معروف ہستیاں تھیں اور ٹوانوں میں سے جنرل نواب سر عمر حیات ٹوانہ اور اُن کے فرزند ملک خضر حیات خاں ٹوانہ بہت مشہور تھے۔

نواب سرمحمد حیات خاں نُون کے ایک بھائی ملک حاکم خاں نُون کے فرزند ارجمند خان بہادر ملک صاحب خاں نُون ڈپٹی کمشنر آج کے مضمون کا عنوان ہیں۔

ملک صاحب خاں نون نے اُس وقت کے رواج کے مطابق میٹرک چیفس کالج (جسے آجکل ایچی سن کالج کہتے ہیں) سے پاس کیا اور اپنی خاندانی وجاہت کے پیش نظر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھرتی ہوئے۔ سب سے پہلی تقرری گورداسپور میں ہوئی۔ ٹریننگ کے سلسلہ میں ایک دن قادیان کا دورہ تھا۔ حضرت امیرالمومنین مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ، سریرآرائے خلافت تھے۔ حضرت کے اور نُون خاندان کے بوجہ ہم وطنی قدیم اور گہرے مراسم تھے۔ سعادت ازلی ملک صاحب کو کشاں کشاں حضرت کے مطب میں لے گئی۔ سلام عرض کیا اور ایک طرف بیٹھ گئے۔ حضرت جب اور مریضوں سے فارغ ہوئے تو ملک صاحب نے اپنا تعارف کرایا۔ حضور بہت خوش ہوئے اور فرمایا ''بیٹا! تم کدھر آنکلے؟'' ملک صاحب نے عرض کیا کہ میری تقرری گورداسپور میں ہوئی ہے آج حُسن اتفاق سے قادیان کا دورہ تھا۔ میں نے سوچا کہ حضور کو سلام کرتا جاؤں۔ حضرت نے علاوہ اور باتوں کے یہ بھی دریافت فرمایا کہ ''ہمارے ہاں کب آؤ گے''۔ ملک صاحب جھٹ سمجھ گئے اور عرض کیا کہ ''میں کوئی دُور تو نہیں ہوں۔ صرف حجاب سا ہے اور یہ بھی خیال ہے کہ استقلال ہوجائے گا تو بیعت کرلوں گا۔'' حضور نے فرمایا: ''نیکی میں دیر نہ کرنی چاہئے۔'' اور ملک صاحب نے بلاپس وپیش حضرت خلیفہ اوّلؓ کے ہاتھ پر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں بیعت کرلی۔ حضرت مولانا نے بہت دعائیں دیں جو ملک صاحب کی کامیابیوں کی ضامن ہوئیں۔

میرے دریافت کرنے پر ملک صاحب نے مجھے بتایا کہ ہماری باتیں پنجابی میں ہوئی تھیں اور وہ بھی ضلع سرگودہا کی بولی میں۔

ستمبر 1934ء میں راقم الحروف رسالہ ''پیشوا'' دہلی میں حافظ سیّد عزیز حسن بقائی کے پاس ملازم تھا کہ یکا یک ایک دن مجھے حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحبؓ کا خط ملا کہ فوراً ملازمت چھوڑ کر میرے پاس گوجرانوالہ آجاؤ۔ مَیں نے تمہاری ملازمت کا بندوبست ایک احمدی مجسٹریٹ کے پاس کردیا ہے۔ یہ بھی تحریر فرمایا کہ آتے ہوئے عمدہ پانوں کی ایک ڈھولی حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا کے لئے لیتے آنا جو میں لے کر اگلے دن حاضر ہوگیا۔

حضرت میر صاحبؓ مجھے اپنے ہمراہ لے کر ملک صاحب خاں صاحب نُون کے ہاں آئے اور فرمایا کہ ''ملک صاحب یہ میرا آدمی ہے''۔ ملک صاحب نے میرے شارٹ ہینڈ اور ٹائپ کا امتحان لیا اور اظہارِ اطمینان فرمایا۔

آپ کا تبادلہ چکوال ہوچکا تھا۔ جب ہم روانہ ہونے لگے تو حضرت ڈاکٹر صاحبؓ الوداعی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ ملک صاحب سے اجازت لے کر مجھے ایک طرف لے گئے اور فرمایا کہ جس جگہ تم جارہے ہو وہاں لوگ تم کو بہت رشوت پیش کیا کریں گے۔ تم مجھ سے وعدہ کرو کہ ایک پیسہ بھی قبول نہ کرو گے۔ مَیں نے اپنے الفاظ میں اقرار کیا مگر حضرت میر صاحب فرمانے لگے کہ میری تسلّی نہیں ہوئی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی تسلّی آخر کس طرح ہوگی؟ فرمانے لگے کہ میرے ہاتھ پر بیعت کرو کہ تم کبھی بھی کسی حالت میں رشوت نہیں لوگے''۔ مَیں نے حضرت میر صاحب کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور نہایت صدق دل سے وہ الفاظ دہراتا رہا۔ بیعت کے بعد آپ نے فرمایا کہ مجھے خط لکھتے رہنا۔

چکوال پہنچ کر حضرت میاں محمد شریف صاحبؓ سے ملک صاحب نے ڈویژن کا چارج لیا اور چند فیصلے مجھے لکھوائے۔

اگلی صبح سردار مکھن سنگھ صاحب کورٹ انسپکٹر مجھے ملنے کے لئے آئے اور آتے ہی بڑی صفائی سے پچاس روپے کے نوٹ میرے ہاتھ میں تھمادیئے اور کہا کہ صرف یہ بتادو کہ فلاں مقدمہ میں کتنی سزا ہوئی ہے؟ میں نے بہت حیرانگی سے نوٹوں کو دیکھا۔ حضرت میر صاحب میرے سامنے آگئے اور گھورنے لگے۔ مَیں نے بڑی جرأت سے کہا کہ سردار صاحب! پہلے S.D.O. میاں محمد شریف صاحب بھی احمدی تھے۔ ملک صاحب بھی احمدی ہیں اور میں بھی احمدی ہوں۔ ہم لوگ نہ ایسا کام کرتے ہیں نہ کریں گے۔ اپنے نوٹ واپس لیں۔ وہ بڑی لجاجت سے کہنے لگے کہ تم نے طلب تو نہیں کئے مَیں خوشی سے دے رہا ہوں۔ مَیں نے کہا مجھ سے کسی ایسی بات کی توقع نہ رکھیں اور وہ مایوس ہوکر چلے گئے۔

قریباً پانچ دن تک ایسا ہی ہوتا رہا کہ کوئی نہ کوئی وکیل رشوت دے کر مجھ سے دریافت کرنے آجاتے کہ صرف دو گھنٹے ہی قبل از وقت بتادو کہ فلاں مقدمہ میں کیا فیصلہ ہوا ہے۔ مگر سب مجھ سے مایوس ہی واپس لَوٹتے۔

اس تسلسل سے مجھے کچھ حیرت ہوئی اور میں نے محترم ملک صاحب مرحوم کی

خدمت میں حضرت میر صاحب سے اپنی بیعت کا واقعہ اور رشوت کا حال عرض کر دیا۔ اس پر ملک صاحب نے اپنی کوٹھی پر پولیس کا پہرہ لگوا دیا تا کہ کوئی اندر آ ہی نہ سکے۔ دوسرے مجھے ہدایت کر دی کہ فیصلہ شدہ مقدمات کی امثلہ لے کر کچہری جانے سے دس منٹ قبل اُن کے کمرے میں آ جایا کروں۔ وہاں سے ہم دونوں اکٹھے نکلا کرتے تھے اور کمرہ عدالت میں جاتے ہی وہ فیصلے سُنا دیتے۔

ملک صاحب موصوف بہت وجیہہ انسان تھے۔ لحیم شحیم اور ضلع سرگودہا کے مردانہ حُسن کا اعلیٰ نمونہ تھے۔ کچہری کے وقت انگریزی لباس پہنتے اور وہاں سے واپس آ کر ضلع سرگودہا کے رواج کے مطابق کھلے گلے کا کرتہ اور ''لاچا'' پہن لیتے۔ جمعہ اور عیدین کے موقعوں پر اچکن پگڑی سلوار پہنتے۔

ایک دفعہ جہلم کے ڈپٹی کمشنر مسٹر ایف ایم اِنر چکوال آئے۔ اُس دن ملک صاحب نے نہایت اعلیٰ قسم کا سوٹ پہنا۔ فیلٹ ہیٹ بالکل نئی تھی۔ ملک صاحب کے مقابل میں ڈپٹی کمشنر ایک غریب سا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ جب کھانے کا وقت آیا اور ملک صاحب نے چاندی کے برتن نکال کر میز پر سجائے تو اُس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ یہ صاحب فتنہ احرار کے دنوں میں گورداسپور کے ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے تھے اور قادیان کے ٹاؤن ہال میں ان کی ملاقات حضرت خلیفہ ثانیؓ سے ہوئی تھی۔ یہ صاحب چاہتے تھے کہ گورنمنٹ اور جماعت احمدیہ کی غلط فہمیاں دُور کر دی جائیں مگر گورنر نے ان کو بہت جلد تبدیل کر دیا۔ ان کے والد سر چارلس انر گورنر برما تھے۔

ملک صاحب موصوف نہایت ستھری عادات کے مالک تھے۔ صفائی کا بے حد خیال رکھتے تھے۔ سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ سفر ہو یا حضر نماز عین وقت پر نہایت خشوع و خضوع سے ادا کیا کرتے۔ تسبیح۔ درود شریف اور دیگر مسنون ادعیہ پر بہت زور دیتے تھے۔ سردیوں میں نماز عشاء کے بعد تیز گرم پانی کا آفتابہ نمدے سے ڈھانپ کر ایک طرف رکھ دیا جاتا تھا تا کہ نماز تہجد کے وقت پانی نیم گرم مل سکے۔ تہجد کی نماز بڑی باقاعدگی سے ادا کرتے تھے اور اس کے بعد نماز فجر تک مصلّے پر بیٹھے رہتے تھے۔ مَیں نے کبھی نماز بے وقت پڑھتے ہوئے انہیں نہیں دیکھا۔

صدقہ خیرات کثرت سے دیتے تھے۔ جب دورہ پر ہوتے تو مساجد میں تیل ڈلوایا کرتے تھے مگر جب علم ہوا کہ اردلی رقم ہضم کر جاتا ہے تو یہ ڈیوٹی میرے ذمہ لگی کہ خود جا کر تیل ڈالا کروں۔

جماعتی چندے بڑی باقاعدگی اور شوق سے ادا کیا کرتے تھے۔ اُس زمانہ میں ہر ماہ کا میزان 220 روپے ہوتا تھا۔ مَیں منی آرڈر کی رسید دکھاتا تب اطمینان ہوتا تھا۔ ایک دن میں ڈاک خانے جا رہا تھا۔ ایک ہندو وکیل میرے ہمراہ چل رہا تھا وہ پوچھنے لگا کہ یہ رقم ملک صاحب اپنے گھر بیوی کو بھجوا رہے ہیں؟ میں نے کہا نہیں یہ جماعتی چندوں کی رقم ہے۔ وہ نہایت خوفزدہ سا ہو کر کہنے لگا تو پھر یہ بچاتے کیا ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ خدا کے بنک میں بھی تو Balance ہونا چاہئے۔ جس پر وہ بہت خوش ہوا مگر ساتھ ہی کہنے لگا کہ ''مہاراج! کوئی ہندو کا بیٹا یہ کام نہیں کر سکتا۔''

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ سے والہانہ محبت تھی اور بڑا ادب کیا کرتے تھے۔ جب 1934ء میں تحریک جدید کا آغاز ہوا اور انیس (19) مطالبات کا اخبار میں اعلان ہوا تو پہلے اُن کا خلاصہ تیار کیا۔ پھر مجھ سے تیار کرایا اور مقابلہ کر کے جب دیکھ لیا کہ دونوں تقریباً برابر ہیں تو ایک نقل خوشخط لکھوا کر گھر بھجوائی کہ اسے ہر وقت پیش نظر رکھو اور اس پر سختی سے عمل کرو۔

حضرت خلیفہ ثانیؓ کی ذات سے والہانہ عشق کا ایک واقعہ یوں ہے کہ احرار نے جب جماعت احمدیہ کے خلاف 1935ء میں طوفان اٹھایا۔ انہی دنوں ملک صاحب پنجاب گورنمنٹ کے چیف سیکرٹری سی۔ سی۔ گاربٹ کی کوٹھی پر کھانا کھا رہے تھے۔ دوران گفتگو گاربٹ صاحب کے منہ سے حضرت صاحب کی شان میں کچھ بے ادبی کے الفاظ نکل گئے۔ ملک صاحب کو بڑا طیش آیا۔ جھٹ ایک پلیٹ اُٹھا کر صاحب کے سر پر دے ماری اُسے ڈانٹ کر کہا کہ تم کو معلوم ہونا چاہئے میں اُن کا ادنیٰ سا خادم ہوں۔

انگریزوں میں یہ صفت بہت خوب تھی کہ ایسے موقعوں پر جھٹ سنبھل جایا کرتے اور معافی مانگنے لگ جاتے تھے۔ گاربٹ نے بھی جھٹ ملک صاحب سے معذرت کی اور افسوس ظاہر کیا کہ بالکل نادانستہ طور پر اُس کے منہ سے ایسے الفاظ نکل گئے اور کہا کہ آپ مجھے معاف کر دیں۔ جب ملک صاحب رخصت ہونے لگے تو باوجودیکہ وہ خود چیف سیکرٹری تھا اور ملک صاحب اُس کے ماتحت ایک مجسٹریٹ تھے خود دروازے تک ساتھ آیا اور دوبارہ معذرت پیش کی۔

دینی غیرت کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ملک صاحب میرے کمرے میں تشریف لائے اور ایک خط مجھے دیا کہ ''یہ فیروزے کا خط ہے اس کا جواب لکھ دو'' میں حیران کہ یہ ''فیروزہ'' کون ہوا؟ ملک صاحب کا ایک اردلی بڑا اکھڑ مزاج فیروز خاں نامی تھا۔ میرا ذہن اُس کی طرف گیا۔ میں نے سمجھا کہ کوئی گستاخی کا خط لکھا ہے۔

کھولنے پر معلوم ہوا کہ ملک صاحب کے تایازاد بھائی ملک سر فیروز خاں نون (سابق وزیر اعظم پاکستان) کا خط ہے۔ اُس کا جواب مجھے زبانی بتا دیا اور چلے گئے۔ میں فوراً جواب لکھ کر دستخط کے لئے اُن کے کمرے میں گیا تو پڑھ کر کہنے لگے: ''میں نے تو اس پر دستخط نہیں کرنے۔ تم اپنے دستخط سے بھجوا دو''۔ میں نے وہی خط اپنی طرف سے لکھ کر ملک فیروز خاں صاحب کو پوسٹ کر دیا۔

چند روز بعد ملک فیروز خاں صاحب نے میرا لکھا ہوا خط یہ لکھ کر واپس کر دیا۔ ''بھائی جان ہمیں اپنے کلرک سے تو ذلیل نہ کرائیں''۔

اس کا جواب بھی ملک صاحب نے مجھ سے ہی لکھوا کر بھجوایا۔ بعد میں خاکسار نے پوچھا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے خود جواب نہ دیا تو فرمایا کہ ''تم کو نہیں معلوم۔ قادیان میں احرار کا جو جلسہ آریہ سکول کے احاطہ میں ہوا تھا اُس میں 'فیروزے' کا بہت حصہ تھا۔ اُس دن سے مجھے اس سے نفرت ہوگئی ہے''۔

آخر ایک لمبے عرصہ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ارشاد کے ماتحت ملک فیروز خاں سے صلح کرنے کے لئے لاہور گئے۔ اپنا کارڈ اندر بھجوایا تو وہ خود برآمدے میں آئے اور ہنستے ہوئے کہنے لگے: ''آخر آ گئے نا میرے پاس''۔ بس طبیعت خراب ہوگئی اور بغیر ملاقات کے فوراً واپس چلے آئے اور حضرت صاحب سے آ کر کہہ دیا کہ آئندہ کبھی نہیں ملوں گا۔

ایک دفعہ میں نے دریافت کیا کہ آپ کو سب سے عجیب مقدمہ کونسا پیش آیا؟ فرمانے لگے کہ میں پاک پٹن میں تھا۔ ایک لاولد بیوہ عورت کے خلاف اس کے دیوروں نے درخواست دی کہ یہ بڑی فاحشہ ہے جائیداد کو ٹھکانے لگا رہی ہے۔ شام کو وہ عورت کوٹھی پر آ گئی تا اپنے مقدمہ کے حالات بتا سکے مگر آپ نے سختی سے

ڈانٹا کہ جو کہنا ہے عدالت میں کہنا۔ وہ رونے لگ گئی اور کہا کہ بیٹا خدا تم کو بڑا اقبال دے میری ایک بات سُن لو پھر جو مرضی ہے کرنا۔

اُس نے بتایا کہ چالیس سال قبل جس شخص سے اُس کی شادی ہوئی تھی وہ بالکل نااہل تھا۔ شادی کے معاًبعد وہ ہاتھ جوڑ کر مجھے کہنے لگا کہ میری عزّت رکھ لو۔ اس شریف عورت نے اس کی بات مان لی۔ اب وہ فوت ہو گیا ہے اور میرے دیور اُس کی زمین لینے کے لئے کوشاں ہیں کہ مجھے فاحشہ ثابت کریں۔ تم مجسٹریٹ ہو تم لیڈی ڈاکٹر سے میرا معائنہ کرالو اگر یہ ثابت ہو جائے کہ مجھے آج تک کسی مرد نے نہیں دیکھا تو مَیں سچی وگرنہ جس قدر چاہو سزا دے دینا۔ اگلے دن ملک صاحب نے لیڈی ڈاکٹر کو بلوا کر رپورٹ مانگی۔ رپورٹ عورت کے حق میں تھی۔ آپ نے اس کے دیوروں کو بہت بُرا بھلا کہا اور اُن سے نیک چلنی کی ضمانت لے لی۔

چکوال میں ایک ہندو سنار کی بیوی بڑی خوبصورت تھی۔ ایک مسلمان ASI اُس پر فریفتہ ہو گیا مگر وہ شریف زادی گمراہ نہ ہوئی۔ تھانیدار نے اُسے پریشان کرنے کے لئے ان کی دُکان میں کوکین کی ایک پُڑیا رکھوا کر ان کی تلاشی لی اور سنار کو گرفتار کر لیا۔ ساتھ ہی اس کی بیوی کو بغیر کسی وجہ سے گرفتار کر کے حوالات میں بھجوا دیا۔ گرمیوں کے دن تھے۔ رات گئے تک اُسے پینے کو پانی نہ دیا۔ ملک صاحب کو چند ہندو وکیلوں نے تمام حالات کی اطلاع دے دی۔ عشاء کے بعد مَیں سونے ہی لگا تھا کہ ملک صاحب خلافِ عادت آ گئے اور حکم دیا کہ تم فوراً تھانے جاؤ اور اُس عورت کو اپنے سامنے پانی پلوا کر آؤ اور تھانیدار سے کہہ دو کہ صبح عدالت میں ان دونوں کو پیش کرے۔ وہ کئی دن کا ریمانڈ لے چکا تھا۔ جب تک مَیں تھانے سے نہ لوٹا ملک صاحب کوٹھی سے باہر ہی ٹہلتے رہے۔

اگلے دن ملک صاحب نے اس غریب عورت کو تو فوراً رہا کر دیا اور اس کے خاوند سے صرف ایک سو روپے کی ضمانت لے کر جانے دیا اور ہندو وکیلوں سے معذرت کی کہ اُس تھانیدار نے مسلمانوں کو ذلیل کرایا ہے۔ پھر اُس کے خلاف رپورٹ کر کے اُسے ڈی گریڈ کرا کے حوالدار بنوا دیا۔

ملک صاحب کو اپنے ضلع کے دوسرے امراء کی طرح شکاری کتّوں کا بڑا شوق تھا۔ ان کے لئے علیحدہ نوکر مقرر تھے۔ کبھی مَیں نے کتّوں کو زمین پر بیٹھتے نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ان کے لئے چارپائیاں مہیّا کی جاتیں۔ گاہے گاہے وٹرنری ڈاکٹر کو بلوا کر ان کا معائنہ کرایا جاتا تھا۔

ملک صاحب کی بڑی خواہش ہوتی تھی کہ یہ عاجز بھی شکار میں اُن کے ہمراہ جایا کرے مگر مجھے کتّوں سے شدید نفرت تھی سوائے ایک آدھ دفعہ کے کبھی ہمراہ نہ گیا۔ مجھے اُس زمانہ میں بھی کتب بینی میں مزہ آتا تھا۔

ملک صاحب کے کئی نوکر تھے۔ جب یہ خاکسار حاضر ہوا تو ایک دن مجھے فرمانے لگے کہ مجھے ایک موٹر ڈرائیور بھی منگوا دو تو اچھا ہو، اس طرح ہم تینوں باجماعت نماز بھی ادا کر لیا کریں گے۔ مَیں نے قادیان سے میاں محمد رمضان صاحب کو بلوا لیا جو کچھ عرصہ قبل دفتر پرائیویٹ سیکرٹری میں ملازم تھے۔ وہ بہت ایماندار نیک طبع اور صوفی منش آدمی تھے۔ ملک صاحب ان کی بہت قدر کرتے تھے۔

ملک صاحب کے باورچی کا نام ممتاز علی تھا جو یوپی کا رہنے والا تھا۔ قریبی رشتہ دار اُس کا کوئی نہ تھا۔ ایک لمبے عرصہ سے یہاں ملازم تھا۔ اپنے فن کا استاد اور بہت ہوشیار آدمی تھا۔ ملک صاحب نے اُسے حکم دے رکھا تھا کہ شاکر صاحب اور رمضان صاحب کو وہی کھانا دیا جائے جو ملک صاحب کے لئے تیار ہوتا ہے۔ کچھ دنوں تک ایسا ہی ہوا پھر باورچی سالن میں گرم پانی ڈال کر دینے لگا۔ میں تو صابر شاکر آدمی تھا خاموش رہا مگر محمد رمضان نے لڑائی شروع کر دی۔ اُدھر باورچی کہنے لگا جاؤ جو کرنا ہے کر لو۔ اگر شکایت ہوتی تو شاکر صاحب کیوں نہ بولتے۔

محمد رمضان نے فوراً بھوک ہڑتال کر دی۔ تیسرے دن ملک صاحب نے مجھے بلوایا اور پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ مَیں نے صاف صاف کہہ دیا کہ ممتاز باورچی کی شرارت ہے۔ کہنے لگے کہ مجھے کیوں نہ بتایا؟ میں نے کہا ملک صاحب! مَیں خُدا کا دن بھر کیا سنوارتا ہوں کہ مجھے یہ خوراک بھی دے جو مجھے مل رہی ہے۔ صبر شکر کر کے چُپ رہتا ہوں۔ کہنے لگے یہ بالکل غلط ہے، مجھے فوراً بتانا چاہئے تھا۔ تم میرے احمدی بھائی ہو، تم کو تکلیف ہو گی اور تمہیں تو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب نے اپنا آدمی سمجھ کر بھجوایا تھا۔ مَیں تمہاری ذلّت نہیں دیکھ سکتا۔

محمد رمضان نے فوراً جلتی پر تیل ڈال دیا کہ جناب یہ آپ کا باورچی آپ کے نام پر نمبرداروں سے روزانہ تین چار سیر مکھن، دودھ، چینی منگوایا کرتا ہے اور مکھن کا بڑا حصہ خود کھا جاتا ہے۔ ملک صاحب کہنے لگے یہ کیسے ممکن ہے؟ اُس نے کہا آج رات آپ کو یہ تماشہ دکھا سکتا ہوں۔ خود ملاحظہ فرمالیں۔ ملک صاحب نے میری ڈیوٹی لگا دی کہ جب باورچی مکھن کھا رہا ہو مجھے جگا دینا۔

رات ساڑھے بارہ بجے محمد رمضان نے آکر مجھے بتا دیا کہ اب اس وقت ممتاز مکھن پر چینی ڈال کر کھا رہا ہے۔ جب مَیں نے خود دیکھ کر تسلی کر لی تو مَیں نے ملک صاحب کو جگا دیا۔ اُنہوں نے خود دیکھ لیا اور کافی دیر انتظار کرتے رہے۔ پھر غصّے سے جالی دار دروازے کو جو لات ماری تو وہ تڑاق سے ٹوٹ گیا اور ممتاز کو خوب مارا۔ پھر مجھے کہنے لگے تم بھی مارو۔ میں نے کہا کہ اب اسے نصیحت آ گئی ہو گی معاف فرمائیں۔

اب مجھ پر حقیقت کھلی کہ ممتاز باورچی ہمیشہ یہ دعویٰ کیا کرتا تھا کہ وہ سوائے چائے کے کچھ نہیں کھاتا۔ وہ کہا کرتا تھا وہ مطلق روٹی نہیں کھاتا۔ بھلا جو ڈھائی تین سیر مکھن اور اسی قدر چینی کھا لے اُسے روٹی کی کیا ضرورت رہی؟ دن بھر وہ تیز چائے پیتا رہتا تھا۔ اس کے بعد ہمیں اچھا سالن باقاعدہ ملنے لگا۔ ایک دفعہ ملک صاحب دو ہفتے کی رخصت پر اپنے گاؤں فتح آباد گئے۔ مجھ سے پوچھا کہ ہمراہ چلو گے۔ میں نے کہا اگر کوئی کام ہے تو ضرور جاؤں گا کہنے لگے کام تو کوئی نہیں ہو گا۔

فتح آباد ایک قدرتی جھیل کے کنارے آباد ہے۔ قریب ہی ایک چھوٹی سی مسجد بھی تھی۔ جب محمد رمضان نے دیکھا تو وہ غیر آباد پڑی تھی۔ گرد و غبار سے اَٹی ہوئی۔ اُسے بہت دُکھ ہوا اُس نے تمام گرد و غبار اپنی پگڑی سے صاف کیا اور مسجد کے فرش کو دھویا۔ اور خوشبو جلائی۔ اذان دی مگر ایک شخص بھی نماز کے لئے نہ آیا۔ اُس نے اس پر بھوک ہڑتال کر دی۔ آخر ملک صاحب نے پوچھا تو اُس نے بڑی جرأت سے جواب دیا کہ یہ مسجد قیامت کے روز آپ پر دعویٰ کرے گی۔ ملک صاحب فوراً سمجھ گئے۔ کہنے لگے آئندہ مَیں نماز پڑھنے کے لئے ضرور آیا کروں گا تم کھانا کھا لو مگر رمضان صاحب نہ مانے۔ اُس نے کہا کہ تمام شہر میں منادی کرائیں کہ سب خورد و کلاں، مرد و زن آج عصر کی نماز میں آئیں، عورتوں کے لئے پردے کا انتظام کرائیں۔ آپ کی بیگم صاحبہ بھی آئیں۔ باتیں سب معقول تھیں۔ تب تیسرے دن عصر کی نماز رمضان صاحب نے پڑھائی۔ پھر ملک صاحب خود اندر سے

پُرتکلّف ناشتہ لائے اور مسجد میں پاس بٹھا کر کھلایا۔ اس واقعہ کے بعد رمضان صاحب کی قدرومنزلت اَور بڑھ گئی۔

ملک صاحب کا طریق یہ تھا کہ دس بجنے میں دو تین منٹ ہوتے تو مجھے اشارہ کرتے کہ آؤ چلیں۔ پورے دس بجے عدالت شروع ہوجاتی۔ بارہ بجے دو پہر تک تمام مقدمات ختم ہوجاتے۔ دو دفعہ ظہر کے بعد بھی عدالت کی۔ پھر باہر نکل کر پوچھ لیتے کہ کسی شخص نے کچھ کہنا ہوتو آگے آجائے۔ جب دیکھ لیتے کہ کوئی نہیں آگے آیا تو گھر کو چل دیتے۔

ملک صاحب کے ریڈر منشی غلام محمد سکنہ ٹاہلیانوالہ نزد جہلم بھی باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے۔ مقدمات کی لسٹ مجھے بھی دکھا دی جاتی تھی۔ جب کبھی کوئی ہندو ساہوکار کسی مسلمان کی زمین قرضے کے عوض قرق کرانے کی درخواست دیتا تو غلام محمد صاحب مجھے آنکھ سے اشارہ کردیتے اور آہستہ سے مثل ملک صاحب کے سامنے رکھ کر عرض کرتے کہ فلاں سیٹھ صاحب نے مسلمان مزارع کی زمین قرق کرانے کے لئے درخواست دی ہے۔ بس ملک صاحب باوجود اپنے تقویٰ وطہارت اور شائستگی کے چراغ پا ہوجاتے اور پنجابی میں اُس ہندو کو بہت سخت سُست کہہ جاتے۔ مثل اُٹھا کر دُور پھینک دیتے اور غصّے سے کہتے کون ہندو ہے؟ میرے سامنے آئے۔ وہ انکسار مجسم بنا ہوا ہاتھ جوڑ کر کانپتا ہوا سامنے آتا۔ اُس سے کہتے بتا یہ تیرا باپ آخر کہاں سے کھائے گا؟ یہی کرے گا نا کہ تیرے ہی مکان میں سینددھ لگا کر چند روز کے لئے مالا مال ہوجائے گا۔ تیرا سابقہ قرضہ اتار کر پھر نئے سرے سے قرض لے گا یا پکڑا جائے گا تو قید ہوگا۔ اب اگر تم نے اصل زر لینا ہے تو ابھی دلواتا ہوں۔ اگر سُود در سُود لینا ہے تو جاؤ۔ جب تک میں یہاں ہُوں تمہاری درخواست منظور نہیں ہوگی۔ پھر کوئی تاریخ ڈال دیتے اور یہ قصّہ چلتا رہتا۔

ملک صاحب کی تین بڑی خواہشات تھیں۔ اُن کے حصول کے لئے وہ بزرگان سلسلہ سے دعائیں کراتے رہتے تھے۔ آپ مولانا راجیکی صاحب اور شیخ غلام احمد صاحب نومسلم وغیرہ کو خاص طور دعائیہ خطوط لکھتے رہتے اور ان کی خدمت میں معقول نذرانے بھی بھجوایا کرتے۔

پہلی خواہش یہ تھی کہ اُن کو خان بہادر کا خطاب مل جائے۔ دوسری یہ کہ وہ ڈپٹی کمشنر سے ریٹائر ہوں اور تیسری یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ نے تینوں خواہشات پوری کردیں۔ لڑکے کا نام احمد خان رکھا گیا۔ اس خوشی کے موقعہ پر ملک صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا لیکچر کمپنی باغ سرگودہا میں کرایا جو بہت کامیاب رہا۔ یہ عاجز بھی مع اپنی اہلیہ کے شریک ہوا۔ پہلے ہم ملک صاحب کی کوٹھی پر گئے۔ مبارکباد عرض کی۔ مجھ سے دریافت کیا کہ تمہاری شادی کہاں ہوئی ہے؟ میں نے کہا بس آپ سے چند قدم پیچھے رہا ہوں۔ کہنے لگے کیا مطلب؟ میں نے کہا آپ کی اہلیہ اوّل ہڈالی کی ہیں اور میری بیوی خوشاب کی۔ (دونوں قصبوں کے درمیان 9 میل کا فاصلہ ہے) اس پر بہت ہنسے۔

ملک صاحب سخاوت کے دریا تھے۔ مرکز سے کبھی کوئی مالی تحریک آئی جس میں حصہ نہ لیا ہو۔ 1922ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار کے گرد کچی چاردیواری گراکر آپ نے پختہ بنوائی۔ ربوہ میں کوارٹرز تحریک جدید کے سامنے ایک خوبصورت مسجد بنوائی جو مسجد محمود کہلاتی ہے۔ محلّہ دارالیمن کے وسط میں بھی ایک پختہ مسجد بنوائی۔ خفیہ طور پر روپیہ دیا کرتے تھے۔ آپ سے بہت لوگ فیضیاب ہوئے۔

اے خوش آں جو کہ ازخجلت وضعِ سائل
لب بہ اظہار نیارند و بایما بخشند

غرض ملک صاحب مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ملک صاحب کو اعلیٰ علیّین میں جگہ دے اور اُن کی اولاد کو بھی ہدایت دے اور اُن کے نیک نمونے کو قائم رکھنے کی توفیق دے۔ آمین

بقیہ از صفحہ 21:

پیشگوئی مصلح موعود کے مصداق

کرچکے تھے کہ شاید یہی وہ موعود بیٹا ہے۔

☆ اس بیٹے نے پیشگوئی کے 9 سال کے اندر پیدا ہونا تھا یعنی 20 فروری 1886ء کے بعد نو سال کے اندر۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے جو دعائیں کیں یقیناً وہ بارگاہ الٰہی میں مقبول ہوئیں اور نیک اور متقی اولاد اللہ نے آپ کو دی۔

☆ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا آپ سے سلوک، آپ کی تربیت کے واقعات، آپ سے بلند توقعات، آپ کو اپنی جگہ امام مقرر کرنا اس بات کا اظہار ہے کہ آپ ہی موعود وجود ہیں اور اگر حضور کی مراد صرف اپنے بعد کسی خلیفہ ہی کی تھی تب بھی خدا کے خلیفہ کا اس بات کا اعلان کرنا کہ میں مصلح موعود ہوں سچائی کی روشن دلیل ہے۔

☆ آپ نے خدا کی قسم کھا کر یہ اعلان کیا کہ آپ ہی مصلح موعود ہیں۔

☆ کبار صحابہ اور علماء جو اپنی ذات میں اولیاء بلکہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق بنی اسرائیل کے انبیاء سے بڑھ کر وجودوں نے اس دعویٰ کو سچ جانا اور ساری عمر اس ایمان پر قائم رہے۔

☆ یہاں تک کہ اشد ترین مخالف لیکھرام نے بھی پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق آپؓ کی جسمانی اولاد کو قرار دیا باوجود اس کے کہ اس نے تمسخرانہ رنگ میں ذکر کیا۔

(دیکھئے سوانح محمود جلد اول صفحہ 62)

☆ اپنوں کے علاوہ غیروں نے بھی آپ کی خدمت اسلام، آپ کی قرآن دانی، ذہانت و فطانت، آپ کے کارناموں، آپ کی شہرت، اسیروں کی رستگاری، آپؓ کی ملّی خدمات اور دوسرے کارناموں کی گواہی دی۔

آپ کی زندگی، دورِ خلافت اور عظیم کارنامے اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ دراصل آپ جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت ونسل اور فرزند تھے، ایک فتح نصیب جرنیل تھے۔ آپ پر اس پیشگوئی کا حرف حرف سچ ثابت ہوا اور آپ کے ذریعہ اسلام کو نئی شوکت عطا ہوئی، آپ ہی مصلح موعود ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی روح پر ہمیشہ ہمیش رحمتیں اور برکتیں نازل کرتا چلا جائے اور ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

پیشگوئی مصلح موعودؓ کے مصداق۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ

(محمد آصف منہاس)

پیشگوئی مصلح موعودؓ کا پس منظر

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے قبل عیسائیوں، ہندوؤں اور آریوں نے اسلام کو ایک مردہ مذہب قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا تھا اور وہ اپنی اس کوشش میں کسی حد تک کامیاب بھی تھے۔ اس وقت عام مسلمانوں کے علاوہ مسلمان علماء بھی عیسائیت قبول کر رہے تھے، آریوں نے حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ پر دشنام طرازی کی مہم چلا رکھی تھی۔ مسلمان بھی اسلام کے فیض کو ختم سمجھ کر بنی اسرائیل کے ایک نبی کے انتظار میں تھے کہ وہ ان کا نجات دہندہ بن کر آئے گا اور اسلام کو زندہ کرے گا کیونکہ امت مسلمہ روحانی طور پر بانجھ ہو چکی ہے۔ ایسے میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام خدا کا حکم پا کر کھڑے ہوئے، آپ نے با آواز بلند یہ دعویٰ فرمایا کہ امت مسلمہ ایک زندہ امت ہے، فیض محمدیؐ جاری وساری ہے، اسلام کا خدا زندہ خدا ہے اور وہ اب بھی بولتا ہے جس سے وہ پیار کرتا ہے اور جسے چاہے آج بھی کلیم بناتا ہے۔ آپؑ نے تمام مذاہب کے لوگوں کو قادیان آ کر زندہ خدا کے نشان دیکھنے کی دعوت دی۔

آپؑ کے دعاوی پر قادیان کے آریوں نے آپ سے نشان مانگا کہ اگر آپ اپنے خدا کو اور اسلام کو زندہ سمجھتے ہیں تو اس کے متعلق ہمیں کوئی نشان دکھلائیے۔

اپنے ربّ ذوالجلال کی غیرت اور اسلام کی حقانیت کی خاطر حضرت اقدس علیہ السلام نے ہوشیار پور نامی قصبہ میں 40 دن تک چلہ کشی کی۔ اس دوران حضورؑ نے خدا تعالیٰ کے حضور مضطربانہ دعائیں کیں۔ ان دعاؤں کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اسلام کی فتح و نصرت کے لئے ایک باکمال فرزند کی بشارت دی اور بڑی وضاحت کے ساتھ بتا دیا کہ 'وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا'۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اپنی چلہ کشی کے بعد اس پیشگوئی کو مشتہر کر دیا۔ اس پیشگوئی میں آپ کے اس فرزند کی تمام خصوصیات، صفات، کارنامے خود خدا تعالیٰ نے پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمائے گئے ہیں۔

اس مضمون کا موضوع چونکہ "پیشگوئی مصلح موعودؓ کے حقیقی مصداق۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ" ہے اس لئے ذیل میں صرف یہ ثابت کیا جائے گا کہ آیا موعود مصلح آپؑ کے جسمانی فرزند ہی نے ہونا تھا یا آپؑ کے پیروکاروں میں سے کسی بھی شخص نے؟ اور کیا آپؑ کی اولاد میں سے آپ کے فرزند ارجمند حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ ہی اس پیشگوئی کے مصداق ہیں؟

خدا تعالیٰ کی تائیدات

اس پیشگوئی کے الفاظ پر غور کیا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ اس کا لفظ لفظ خدا تعالیٰ کی تائید پر مشتمل ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی تائیدات ہی تھیں کہ:

☆ حضرت اقدس علیہ السلام کی عمر 50 سال سے تجاوز کر چکی تھی اور اپنی اس دوسری بیوی یعنی حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ سے آپ کی ابھی کوئی اولاد نہیں تھی۔ مخالفین اس پیشگوئی کے بعد اس زعم میں بھی تھے کہ حضور علیہ السلام کی کوئی اولاد نہیں ہوگی۔

☆ اس بچے کی غیر معمولی صفات کے متعلق خبر دی گئی تھی۔ یقیناً یہ خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید ہی تھی وگرنہ اگر یہ انسانی ذہن کی کارستانی ہوتی تو خدا تعالیٰ غیرت کا اظہار کرتے ہوئے اولاد سے محروم بھی رکھ سکتا تھا، معذور بچہ بھی پیدا کرنے کی قدرت رکھتا تھا، لمبی عمر کے دعویٰ کے پیش نظر موت وحیات کا بھی مالک تھا۔ قابلیت اور فتوحات بھی اللہ تعالیٰ کے ہی فضل سے ملتی ہے۔

☆ ہر انسان اپنی اولاد کو صفات اور ترقیات کا مرقع دیکھنا چاہتا ہے لیکن دنیا میں کتنے انسان ایسے پیدا ہوتے ہیں جو فی الحقیقت کسی ایک ہی خوبی میں کمال حاصل کر لیں۔ یہاں پر تو خدا تعالیٰ نے اس فرزند موعود کی خوبیوں کا ایک دفتر بیان فرما دیا تھا۔ یہ خوبیاں جس ذات میں پوری ہوئیں یقیناً وہی فرزند موعود تھے۔ (ہم آنے والے صفحات میں ان خوبیوں کو تفصیلاً بیان کریں گے)۔

☆ اللہ تعالیٰ نے پیشگوئی مصلح موعود میں اس بات کو کھول کر بیان کر دیا اور اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پورے ہندوستان میں مشتہر کیا کہ "...... وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔"

پہلے مذاہب کی پیشگوئیاں

حضرت نبی کریم ﷺ کی بعثت سے بھی بہت عرصہ قبل مختلف مذاہب نے جہاں مسیح موعود کے آنے کی خوشخبری دی وہیں اس کے بیٹے کے بارہ میں بھی بڑا کھول کر اور واضح طور پر لکھا۔ ان پیشگوئیوں کے الفاظ سے واضح ہے کہ وہ مسیح موعود کا بیٹا ہوگا اور غیر معمولی صلاحیتوں اور مقام کا حامل ہوگا۔

☆ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی۔ (طالمود، مرتبہ جوزف برکلے باب پنجم مطبوعہ لندن 1878ء)

☆ تمہیں خوشخبری ہو کہ اگر زمانہ میں ایک دن بھی باقی رہ جائے تو تیرے لوگوں سے (فارس کے لوگوں سے) ایک شخص کو کھڑا کروں گا جو تیری گمشدہ عزت و آبرو واپس لائے گا اور اسے دوبارہ قائم کرے گا۔ میں نبوت اور خلافت تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا۔ (سفرنگ وساتیر ص 90، ملفوظات زرتشتؑ، مطبوعہ 1380ھ مطبع سراجی دہلی)

مخبر صادق ﷺ کی پیشگوئی

دوسرے مذاہب کی ان پیش خبریوں پر اصدق الصادقین حضرت اقدس محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی مہر سچائی ثبت کی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ینزل عیسیٰ ابن مریم الی الارض یتزوج و یولدلہ۔ یعنی عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام دنیا میں آئیں گے تو وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تشریح

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام جنہوں نے خود خدا سے خبر پا کر مصلح موعود

کی پیشگوئی کی اور آپ پر یہ روشن تھا کہ وہ موعود بیٹا آپ کا اپنا جسمانی فرزند اور آپ کی ذریت ونسل ہوگا۔ آپ نے بارہا اس بات کو کھول کر بیان فرمایا۔ چنانچہ مذکورہ بالا حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

☆ "آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اوران کے ہاں اولاد ہوگی۔ اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف، اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔" (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 578)

☆ یہ پیشگوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دینِ اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں خبر آچکی ہے۔ (حقیقۃ الوحی صفحہ 312)

حضور علیہ السلام کو خدا تعالیٰ کی اس خبر سے، حضور ﷺ کی حدیث کی تشریح کے مطابق اس بات پر یقین محکم تھا کہ آپ کا روحانی فرزند، مصلح موعود آپ کا جسمانی فرزند ہی ہوگا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

☆ اس عاجز کے گھر میں بفضلہ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاول کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔ مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدے کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا اور اگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا۔ اور اگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرلے... تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو......"

(اشتہار، تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 161)

☆ پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا۔ اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لئے سبز ورق کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں آدمیوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی معیاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے۔" (سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 36)

پھر منظوم کلام میں فرمایا:

بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

حضور علیہ السلام کی اپنی اولاد کے حق میں دعائیں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لئے بے پناہ دعائیں کیں۔ یقیناً خدا نے اپنے مسیحؑ کی دعائیں رائیگاں نہ جانے دیں۔ آپ کی زوجہ مطہرہ اُمّ المومنین حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ نے حضورؑ کی وفات پر اپنے بچوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ "بچو! گھر خالی دیکھ کر یہ نہ سمجھنا کہ تمہارے ابا تمہارے لئے کچھ نہیں چھوڑ گئے۔ انہوں نے آسمان پر تمہارے لئے دعاؤں کا بھاری خزانہ چھوڑا ہے جو تمہیں وقت پر ملتا رہے گا۔" (الفضل 19 جنوری 1962ء)

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا: "میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں"۔

(الحکم جوبلی نمبر 1939ء)

آپؑ نے محمود کی آمین میں اپنی مبشر نرینہ اولاد کے لئے خدا سے یوں التجا کی:

یہ تینوں تیرے چاکر ہوویں جہاں کے رہبر
یہ ہادئ جہاں ہوں۔ یہ ہوویں نور یکسر
یہ مرجع شہاں ہوں یہ ہوویں مہر انور
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
اہل وقار ہوویں فخرِ دیار ہوویں
حق پر نثار ہوویں مولیٰ کے یار ہوویں
بابرگ و بار ہوویں اک سے ہزار ہوویں
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
لختِ جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اس کو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
دن ہوں مرادوں والے پُر نور ہو سویرا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ کی پیشگوئی

حضرت مسیح موعودؑ کی آمد سے قبل مشہور صوفی، ولی اللہ بزرگ حضرت شاہ نعمت اللہ ولیؒ نے بھی اپنی ایک نظم میں مسیح موعود کے زمانے کے حالات اور احمدؑ کی بعثت کی خبر کے ساتھ ساتھ آپ کے فرزند کے غیر معمولی مرتبہ کا ذکر کچھ یوں کیا:

دورِ اُو چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

یعنی جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اُس کے نمونہ پر اُس کا بیٹا یادگار رہ جائے گا۔

(الاربعین فی احوال المھدیین۔ از حضرت شاہ اسمٰعیل شہید مطبوعہ نومبر 1851ء مصری گنج کلکتہ)

صحابہ کرام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی گواہیاں

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جیسے ولی اللہ کی نظریں بھی فرزند مسیح موعودؑ اور اپنے شاگرد کے خاص مقام کو پہچان چکی تھیں۔ آپ کی تقاریر، تحریروں اور حضرت میاں صاحب سے سلوک کے بے شمار واقعات اس کی خبر دیتے ہیں جن سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کا یہ سلوک صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہونے کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ وہ ان کو ایک عظیم وجود کی طرح سے دیکھتے تھے اور اسی کے مطابق توقعات رکھتے اور آپ کی تربیت کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ چنانچہ قدرتِ ثانیہ کے ظہور کے وقت جب نورالدین اعظمؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپ نے حاضرین سے خطاب میں یہ بھی فرمایا:

"میں نے اس فکر میں کئی دن گزارے، کہ ہماری حالت حضرت صاحبؑ کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے......"

(الحکم 6 جون 1908ء)

یقیناً میاں صاحب کی عمر اس وقت بہت کم تھی اور خود آپ کے کبار صحابہ میں سے حضرت حکیم مولانا نورالدینؓ جیسا وجود موجود تھا اور الٰہی تقدیر کے مطابق خلافت کا بار آپ کے کندھوں پر پڑا لیکن جملہ سے واضح ہے کہ حضرت محمود کی تعلیم و تربیت کی طرف حضور کی توجہ اس درجہ پر تھی کہ وہ اپنے عظیم باپ کے بعد اس منصب عظیم کو سنبھالنے کے اہل ہو جائیں۔

اسی طرح حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے تشحیذ الاذہان کیلئے جب پہلا مضمون لکھا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بھی بہت خوش ہوئے اور بہت سے لوگوں کو خود یہ مضمون دکھایا لیکن چونکہ حضورؓ کی آپ سے توقعات بہت زیادہ تھیں اس لئے ساتھ ہی فرمایا: ''ہم تمہارے باپ کے مضمون دیکھتے رہتے ہیں۔ ابھی تک تمہارا یہ مضمون حضرت کے مقابل کا مضمون نہیں۔ ہمیں تو تب خوشی ہو کہ ان سے بھی اعلیٰ لکھو۔''
(الفضل 26 فروری 1931ء)

حضرت خلیفہ اولؓ کی آپ سے یہ توقعات بہرحال آپ کی زندگی ہی میں پوری ہوئیں۔ حضورؓ کی زندگی ہی میں ایک دفعہ حضرت میاں صاحبؓ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اور آیت اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ کی تشریح فرمائی جس سے محظوظ ہوتے ہوئے حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا: ''میاں صاحب نے لطیف سے لطیف خطبہ سنایا۔ وہ اور بھی الطف ہوگا اگر تم اس پر غور کرو گے۔ میں اس خطبہ کی بہت قدر کرتا ہوں، اور یقیناً کہتا ہوں کہ وہ خطبہ عجیب نکات اپنے اندر رکھتا ہے۔''
(الحکم 28 اکتوبر 1911ء)

ایک دفعہ مولوی محمد علی صاحب کے اعتراض پر کہ جماعت کے جید علماء کی موجودگی میں میاں صاحب کو امام مقرر نہ کریں آپؓ نے فرمایا ''اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ مجھے محمود جیسا ایک بھی متقی نظر نہیں آتا۔'' (الفضل 19 جنوری 1940ء)

آپؓ نے اپنی بیٹی حضرت صاحبزادی امۃ الحئی صاحبہ کے نام اپنے آخری پیغام میں یہ وصیت کی کہ ''میرے مرنے کے بعد میاں صاحب سے کہہ دیں کہ عورتوں میں بھی درس دیا کریں۔ (الفضل 18 مارچ 1914ء)

اسی طرح ایک دفعہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو فرمایا کہ ہمارے بعد میاں صاحب سے قرآن پڑھ لینا۔

☆ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ سے حضرت اُمّ المومنین رضی اللہ عنہا نے کئی بار فرمایا کہ ''جب تمہارے بڑے بھائی پیدا ہونے کو تھے تو ایام حمل میں مَیں نے خواب دیکھا کہ میری شادی مرزا نظام الدین سے ہو رہی ہے۔ اس خواب کا میرے دل پر مرزا نظام الدین کے اشد مخالف ہونے کی وجہ سے بہت بُرا اثر پڑا کہ دشمن سے شادی میں نے کیوں دیکھی؟ میں تین روز تک مغموم رہی اور اکثر روتی رہتی۔ تمہارے ابا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے میں نے ذکر نہیں کیا۔ مگر جب آپؑ نے بہت اصرار کیا کہ بات کیا ہے؟ کیا تکلیف پہنچی ہے؟ مجھے بتانا چاہئے تو میں نے ڈرتے ڈرتے یہ خواب بیان کیا۔ خواب سن کر تو آپ بیحد خوش ہو گئے اور فرمایا اتنا مبارک خواب اور اتنے دن سے تم نے مجھ سے چھپایا۔ تمہارے ہاں لڑکا اسی حمل سے پیدا ہوگا اور نظام الدین کے نام پر غور کرو۔ اس کا مطلب یہ مرزا نظام الدین نہیں، تم نے اتنے دن تکلیف اٹھائی اور مجھے یہ بشارت نہیں سنائی۔''

(سوانح فضل عمرؓ، جلد اول صفحہ 138، مصنفہ حضرت مرزا طاہر احمد)

☆ حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ بیان فرماتے ہیں:

''حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ مجھ سے پڑھا کرتے تھے تو ایک دن میں نے کہا کہ میاں! آپ کے والد صاحب کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں۔ کیا آپ کو بھی الہام ہوتا اور خوابیں آتی ہیں؟ تو میاں صاحب نے فرمایا کہ: مولوی صاحب! خوابیں تو بہت آتی ہیں اور میں ایک خواب تو روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سر رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہے ہیں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اور اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں۔ میں نے جس وقت یہ خواب آپ سے سنا اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گڑی ہوئی ہے کہ یہ شخص کسی وقت یقیناً جماعت کی قیادت کرے گا۔'' (الفضل 16 فروری 1968ء)

عظیم کارناموں سے پیشگوئی کی تصدیق

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کی زندگی اور آپ کے کارنامے کئی کتابوں کی متقاضی ہے اس چھوٹے سے مضمون میں اس کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔ لیکن مختصر یہ کہ آپ کی ذات والا صفات کا ہر پہلو، آپ کی سیرت کا ہر مضمون غرضیکہ گود سے لحد تک کے کارنامے پیشگوئی مصلح موعود میں بیان فرمودہ صفات پر حرف بحرف پورا اترنے والے تھے۔ آپ حسن و جمال میں اپنے والد کے نظیر بھی تھے، سخت ذہین و فہیم بھی۔ آپ جلد جلد بڑھے، قوموں نے آپ سے برکت پائی اور اسیروں نے رستگاری۔ آپ تین کو چار کرنے والے تھے اور اس کے بعد آپ اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

آپؓ کے کارناموں میں جلسہ سیرت النبیؐ کا اجراء، تفاسیر قرآن، علوم ظاہری و باطنی سے پُر تحریریں و تقریریں، مجلس انتخاب خلافت کا قیام، تحریک جدید، وقف جدید کا قیام، نظارتوں اور انجمنوں کا قیام، مجلس مشاورت کا باقاعدہ قیام، تحریک شدھی کا مقابلہ، ذیلی تنظیموں کا قیام اور آل انڈیا کشمیر کمیٹی کے صدر کی حیثیت سے ملی خدمات، غرض ہر کارنامہ ہی کتب کے ایک سلسلہ کا متقاضی ہے۔

پیشگوئی کے حقیقی مصداق۔ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ

☆ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔

☆ اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی تائید بڑے بڑے پُر آشوب حالات میں بھی آپ کے ساتھ رہی۔

☆ اصدق الصادقین ﷺ نے مسیح موعود کے بیٹے کی خبر دی ہے۔ علیحدہ سے بیٹے کی خبر دینا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ بیٹا ایک خاص بیٹا تھا اور یہی تشریح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی۔

☆ پرانے مذاہب کی کتابوں میں مسیح موعود کے ایک خاص (جسمانی) بیٹے کی خبر دی گئی ہے۔

☆ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس بات پر یقین تھا کہ وہ آپ کی ذرّیت و نسل ہوگا اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے بارہ میں متعدد مرتبہ اس بات کا اظہار

باقی صفحہ 18 پر ملاحظہ فرمائیں

دعا کے نتیجہ میں حفاظتِ اشیاء اور گمشدہ اشیاء کی بازیابی

(محمود احمد انیس۔مربی سلسلہ)

بشری کمزوریاں انسانی فطرت میں داخل ہیں۔لیکن نیت نیک ہوتو کوشش اور دعا سے اللہ تعالیٰ نقصانوں سے بچالیتا ہے اور اپنی خاص تائید اور نصرت ظاہر فرماتا ہے۔مندرجہ ذیل چند واقعات ایک نوعیت کے ہیں جو دلچسپ بھی ہیں اور سبق آموز بھی۔ملاحظہ فرمائیے۔



مندرجہ ذیل واقعہ پاکستان ہجرت کے وقت حضرت مصلح موعودؓ کے تفسیری نوٹس کی لاہور منتقلی کا ہے۔اللہ تعالیٰ نے اس عظیم علمی خزانے کو کیسے گم ہونے سے بچالیا۔یہ واقعہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے۔اس کی تفصیل اور اس کا مختصر پس منظر ملاحظہ فرمائیے۔

تقسیم پاک و ہند سے پہلے جماعت نے حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر ایک احمدی محترم ڈپٹی محمد لطیف صاحب مرحوم کے ذریعہ ایک چھوٹا سا دوسیٹر (Two seater) جہاز از قسم L-5 بمبئی کی ایک کمپنی سے خریدا جو پارٹیشن کے وقت جماعت کے کام آیا۔اس کمپنی نے اس قسم کے جہاز جنگ عظیم دوم کے اختتام پر امریکی فالتو جنگی سامان کے ڈپوز سے خرید کر پانچ ہزار روپے فی جہاز کے حساب سے ضرورتمند پارٹیوں کو فروخت کئے تھے۔(ملخص از الفضل 27 اگست 2010ء)

محترم سید محمد احمد صاحب پائلٹ تھے۔آپ کو جولائی اگست 1947ء میں قادیان طلب کر کے اس جہاز کو اڑانے کی ذمہ داری سپرد کی گئی۔آپ کے ایک مضمون بعنوان ''پارٹیشن کے زمانے کی چند یادداشتیں'' سے کچھ حصہ اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے:

جہاز کے انچارج صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب تھے۔پہلے چند دنوں قادیان کے گردونواح کے فضائی سروے کے مشن سرانجام دیئے۔خدام الاحمدیہ کی ایک سروے ٹیم بھی زمینی راستوں سے اپنی جیپ نما گاڑی میں سروے کرتی رہتی تھی۔اگر انہیں میری ضرورت پڑتی تو میں قریبی کھیت میں لینڈ کر جاتا تھا اور ان کی زبانی رپورٹ کو فوری طور پر قادیان پہنچا دیتا تھا۔

17 اگست کے بعد ہمیں فضائی سروے کی پروازیں بند کرنی پڑیں۔کیونکہ قادیان اب انڈیا میں جاچکا تھا۔اب زیادہ پروازیں قادیان سے لاہور اور واپس قادیان تک کی رہ گئیں۔روزانہ ہوائی جہاز میں ایک جماعتی کارکن ساتھ لے کر قادیان سے والٹن ائرپورٹ لاہور جاتے۔ساتھ جماعت کے ضروری کاغذات، ریکارڈ، دستاویز، انجمن اور تحریک جدید کے امانت فنڈز اور ان کے تفصیلی حسابات کے رجسٹر وغیرہ وغیرہ۔جماعتی کارکن لاہور میں سارا دن جماعت کے ضروری کام سرانجام دیتا اور اس کی ائرپورٹ پر واپسی کے بعد شام کو کافی لیٹ چل کر مغرب کے وقت تک واپس قادیان آجاتے تھے۔واپسی پر جماعتی کارکن کے ساتھ وہ ضروری سامان بھی ہوتا تھا جو اس نے لاہور سے خریدا ہوتا تھا۔

ان دنوں کا ایک خاص دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک صبح قادیان سے لاہور جانے کے ٹائم سے کچھ پہلے حضور نے مجھے قصر خلافت کے دفتر میں بلوایا اور فرمایا کہ آج تم نے میری زندگی کی سب سے قیمتی چیز لاہور لے کر جانی ہے اور اس چیز کی راستے میں پوری حفاظت کرنی ہے اور اس چیز کو تم نے شیخ بشیر احمد صاحب (جو اُس وقت امیر جماعت لاہور تھے) کو ان کے گھر سے والٹن ائرپورٹ پر بلوا کر ان کے سپرد کرنی ہے اور انہیں اس چیز کی خاص حفاظت اور احتیاط کے بارے میں تم نے شیخ صاحب کو انہی الفاظ میں بیان کرنا ہے جیسے میں تمہیں بتا رہا ہوں۔پھر تم نے ان سے اس کی وصولی کی رسید لینی ہے جو واپس تم نے مجھے دینی ہے۔میرے ناپختہ ذہن میں اس وقت یہ احمقانہ خیال آیا کہ شاید حضور مجھے کوئی ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا بکس دیں گے۔یہ کہہ کر حضور اٹھے اور ساتھ والے کمرے میں سے ایک میلا سا چھوٹا سا ٹریول بیگ (Travel Bag) لائے۔یہ بیگ کینوس کا تھا اور اس کا اوپر کا زِپ بھی ٹوٹا ہوا تھا۔بیگ کاغذات سے بھرا ہوا تھا۔آپ نے وہ بیگ میرے سامنے رکھا اور فرمایا میری قرآن شریف کی لکھی ہوئی تفسیر کا کچھ حصہ تو چھپ چکا ہے۔کچھ لکھا جاچکا ہے مگر ابھی چھپا نہیں۔مگر ابھی بہت سے حصے کی تفسیر لکھنے کا کام باقی ہے۔چونکہ میری زندگی کا بڑا مشن اس تفسیر کو مکمل کرنے کا ہے۔اس لئے میری عادت ہے کہ دن ہو یا رات چلتا پھرتا ہوں یا کوئی اور کام کر رہا ہوں۔مگر جو بھی کر رہا ہوں اگر قرآن شریف کی کسی آیت کے بارے میں میرے ذہن میں کوئی نیا مطلب آئے تو میں فوراً اس پوائنٹ کو ایک سادہ کاغذ پر لکھ کر اس بیگ میں ڈال کر محفوظ کر لیتا ہوں تا کہ بوقت ضرورت کام آسکے۔ضروری نہیں کہ ان کاغذات پر لکھے ہوئے نوٹس میں کوئی ترتیب ہو مگر میرے لئے یہ بہت بڑا سرمایہ ہے۔میں نے حضور سے بیگ لیا۔اسے سنبھالا اور اسے ہوائی جہاز میں رکھ کر لاہور لے گیا۔ساتھ جانے والے جماعتی کارکن کو والٹن ائرپورٹ پر اتارا کہ وہ جماعت کے کاموں کے لئے شہر چلا جائے۔پھر میں نے ائرپورٹ کے کنٹرول ٹاور جا کر شیخ بشیر احمد صاحب کو فون کیا اور انہیں فوری طور پر والٹن ائرپورٹ پہنچنے کے لئے کہا۔یہ بھی بتایا کہ میں نے حضور کی طرف سے بھیجی ہوئی ایک بے حد ضروری چیز آپ کے سپرد کرنی ہے اور یہ چیز میں کسی اور کے سپرد نہیں کر سکتا۔قسمت اچھی تھی کہ اس وقت کرفیو نہیں تھا۔اس لئے شیخ صاحب پونے گھنٹے میں ائرپورٹ پہنچ گئے۔(یاد رہے کہ اس زمانے میں لاہور کی پل سے آگے فیروز پور روڈ پر والٹن ائرپورٹ کے گیٹ تک خاص آبادی نہیں تھی۔اس لئے والٹن ائرپورٹ کے ہوائی جہازوں کے کھڑے ہونے والے حصے سے فیروزپور روڈ اور اس پر چلتا ہوا ٹریفک صاف نظر آتا تھا) میں نے اپنے ہوائی جہاز کے قریب سے ہی جب شیخ صاحب کی کار نے فیروزپور روڈ سے ٹرن لیا دیکھ لیا۔جب وہ ہوائی جہاز کے قریب پہنچے تو میں نے حضور والا بیگ ہوائی جہاز سے اتارا اور اسے ہوائی جہاز کے پیچھے کی جانب ٹارمیک (Tarmac) پر رکھ دیا۔علیک سلیک کے بعد میں نے بیگ کی طرف اشارہ کر کے ان کے سپرد کر دیا اور ان سے دستخط کروا کر رسید لے لی۔اس کے ساتھ ہی میں نے ان سے

درخواست کی کہ آپ بیگ کے پاس ہی ٹھہریں تا کہ میں کنٹرول ٹاور جا کر ایک ضروری کام کرآؤں۔ وہ وہاں میری واپسی تک ٹھہرے رہے اور اپنے ایک ساتھی کے ساتھ جسے وہ لے کرآئے تھے میرا انتظار کرتے رہے۔ جب مَیں واپس آیا تو سابقہ کل ساتھ آنے والا جماعتی کارکن بھی ائیرپورٹ پہنچ چکا تھا۔ اب میں نے شیخ صاحب سے اجازت مانگی اس یقین کے ساتھ کہ وہ بیگ انہوں نے حفاظت سے اپنی کار میں رکھ لیا ہوگا۔ ان کے چلے جانے کے بعد میں نے قادیان واپس جانے کی تیاری کی اور جماعتی کارکن کو مع سامان کے پچھلی سیٹ پر بٹھا کر خود فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اور حسب قاعدہ جہاز کے پیچھے دیکھنے والے آئینہ (Rear View Mirror) پر نظر ماری تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور والا بیگ جہاز سے چند قدم دُم کے پیچھے ٹارمیک (Tarmac) پر یعنی زمین پر پڑا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میری تو جان نکل گئی اور اوپر سے مشکل یہ کہ شیخ صاحب بیس منٹ پہلے جا چکے تھے۔ آجکل کا زمانہ بھی نہیں تھا کہ موبائل فون سے ان سے بات کر لیتا اور ویسے اگر دوڑ کر کنٹرول ٹاور جاتا فون کرتا تو کیسے۔ وہ تو ابھی راستے میں تھے اور ابھی تک گھر بھی نہیں پہنچ ہوں گے۔ اس پریشانی کی حالت میں ہوائی جہاز سے اُترا۔ میرا اندازہ تھا کہ گھر پہنچ کر انہیں پتہ چلے گا کہ وہ بیگ ائیرپورٹ پر ہی بھول آئے ہیں اور پھر واپس آنے تک اتنی دیر ہو جائے گی کہ رات پڑ جائے گی اور قادیان میں رات کو لینڈنگ کرنے کی مددگار Flares روشنیاں بھی نہیں ہیں۔ ابھی اس سخت پریشانی کی حالت میں مَیں کھڑا فیروز پور روڈ کی جانب دیکھ رہا تھا کہ اچانک ایک کار نے فیروز پور روڈ سے والٹن ائیرپورٹ کے مین گیٹ کی طرف اس تیزی سے بائیں جانب ٹرن لیا جس سے کار کے ایک جانب کے دونوں پہیے زمین سے اٹھ گئے اور ساتھ ہی ایک تیز سیٹی نما دھماکہ کی آواز آئی۔ شکر ہے کہ الٹی نہیں بلکہ بے حد تیزی سے ہماری جانب آئی۔ اس وقت میں نے پہچانا کہ شیخ صاحب کی کار ہے۔ الحمدللہ میرے دل کی گہرائیوں سے نکلا۔ شیخ صاحب جلدی سے کار میں سے نکلے۔ انہوں نے سخت ندامت کا اظہار کیا مگر وہ اس بات پر شکر گزار تھے کہ میں ابھی تک وہاں موجود تھا۔ انہیں ڈر تھا کہ ہوائی جہاز واپس قادیان چلا گیا ہوگا اور بیگ پتہ نہیں کہیں غائب نہ ہو گیا ہو یا گم نہ گیا ہو۔ جب قریب آئے تو انہیں ٹارمیک پر پڑا ہوا بیگ نظر آیا۔ اسے دیکھنے کے بعد ہی شیخ صاحب کے ہوش ٹھکانے آئے۔ انہوں نے بیگ اٹھایا۔ اور مجھے دوبارہ الوداع کہہ کر اپنی کار میں بیٹھ کر چلے گئے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور ہم قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ قادیان پہنچ کر میں سیدھا حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کے پاس گیا اور انہیں سارا قصہ سنایا۔ انہوں نے ساری بات سن کر مجھے تاکیداً یہ ہدایت دی کہ تم نے ہرگز ہرگز حضور کو یہ بات نہیں بتانی کہ آپ کا بیگ شیخ صاحب ائیر پورٹ پر بھول گئے تھے۔ نہ آج اور نہ آئندہ کبھی۔ اس لئے حضور سے ملاقات کے دوران میں نے شیخ صاحب کی دستخط کردہ رسید تو حضور کو دیدی مگر اس واقعہ کا کوئی ذکر نہ کیا۔ نہ اس وقت اور نہ کبھی بعد میں۔

(روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 27 اگست 2010ء صفحہ 3تا4)



حضرت شیخ محمد سلطان صاحب رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ کے بڑے بھائی محترم شیخ محمد رمضان صاحب نے آپ کو قرض کی وصولی کے لئے بھجوایا۔ مختلف علاقوں اور لوگوں سے رقم وصول کرنے کے بعد تین سو روپے جمع ہوئے جو 100-100 کے تین نوٹوں کی صورت میں تھے۔ یہ رقم آپ نے تہبند میں اڑس لی، اور واپسی کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستے میں تیز ہوا اور طوفانی بارش نے آلیا اور آپ بڑی مشکل سے شام کو گھر پہنچے۔ جب رقم کو ٹٹولا تو پیسے غائب تھے۔ آپ نے پریشانی کے عالم میں بار بار دیکھا مگر کچھ نہ ملا۔ بھائی سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا، تم نے قادیان مرزا کو بھجوا دیئے ہوں گے اور مجھ سے گم ہونے کا بہانہ کر رہے ہو۔ آپ نے بار بار حقیقت حال بیان کی مگر وہ اپنی بات پر مصر رہے۔ یہ صورتحال دیکھ کر آپ نے کہا کہ میں نے رقم مرزا صاحب کو نہیں بھجوائی اور میں حق پر ہوں۔ اور اگر مرزا صاحب سچے ہیں تو وہ رقم ضرور ملے گی۔ آپ میرے ساتھ چلیں۔ یہ کہہ کر لالٹین ہاتھ میں پکڑی اور اس طوفانی رات میں الٹے پاؤں لوٹ گئے۔ اور عاجزانہ دعاؤں کے ساتھ رقم کی تلاش شروع کی۔ خدا نے اپنی رحمت سے آپ کی نیک نیتی اور سچی کوشش کو قبول کیا اور اس تاریک رات میں تینوں نوٹ ایک جھاڑی میں اَٹکے ہوئے گیلی حالت میں آپ کو مل گئے۔ یہ دیکھ کر آپ کے بڑے بھائی نے اقرار کیا کہ آپ سچے ہو اور آپ کا امام بھی سچا ہے۔

(ہفت روزہ ''الفضل انٹرنیشنل'' لندن 15تا21مئی 2015ء صفحہ9)



محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد تحریر فرماتے ہیں:

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے 16 نومبر 1956ء کے خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے یہ دعا القاء فرمائی ہے کہ ہم قدم قدم پر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرتے ہیں اور اس کی رضا کی جستجو کرتے ہیں اور ساتھ ہی جناب الٰہی سے بتایا گیا کہ یہ دعا سورہ فاتحہ کا حصہ ہے۔ جو لوگ اپنی دعاؤں میں یہ فقرے پڑھیں گے ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوں گی۔ (الفضل 23 نومبر 1956ء صفحہ 3)

اس خطبہ کے چند ہفتے بعد حضرت مصلح موعودؓ کی اجازت سے تحریک کشمیر کے قدیم ریکارڈ کی عکسی کاپیاں بنوانے کے لئے لاہور آنا پڑا۔ میں سیدھا برصغیر کے نامور ادیب حضرت شیخ اسماعیل صاحب پانی پتی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فوری توجہ فرمائی اور عجائب گھر کے مشفق انچارج صاحب کے ذریعہ راتوں رات دستاویزات کے فوٹوگراف بنوا دیئے۔ میں حضرت شیخ صاحب کے مکان واقع رام گلی میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ابھی رات کی سیاہی ہر طرف چھائی ہوئی تھی اور ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا کہ میں طلوع فجر سے بہت پہلے کراؤن بس کے اڈّے تک پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ ابھی پہلی سروس کے چلنے میں خاصی دیر ہے جس پر مَیں اپنے دو بیگ سنبھالے ہوئے ٹانگہ میں بیٹھ کر یونائیٹڈ بس کے اڈّے پر پہنچا۔ مَیں نے اسے کرایہ دیا اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گیا اور ساتھ ہی یہ معلوم ہونے پر میرے اوسان خطا ہو گئے اور زمین پاؤں سے نکل گئی کہ وہ بیگ جس میں اصل کاغذات اور اس کے فوٹو کاپی رکھے تھے ٹانگہ میں ہی رہ گئے ہیں جس پر مَیں نے واپس کراؤن کے اڈّے کی طرف سرپٹ دوڑنا شروع کر دیا۔ عین اس وقت جبکہ مجھ پر ایک قیامت ٹوٹ چکی تھی اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے میری توجہ کا رُخ حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ القائی نسخہ دعا کی طرف پھیر دیا۔ مَیں لاہور سڑکوں پر ایک اڈّے سے دوسرے اڈّے کی طرف بھاگتا چلا جارہا تھا مگر ساتھ ہی

دردبھرے دل سے دعائیہ کلمات بھی پڑھتا جاتا تھا۔ سراسیمگی کے اس عالم میں دن چڑھ گیا مجھے یکا یک غیبی تحریک سی ہوئی کہ موچی دروازہ میں ٹانگوں کا وسیع اڈا ہے، مجھے فی الفور وہاں جانا چاہئے۔ میں تیزی سے وہاں پہنچا۔ واقعی اس جگہ ٹانگے بکثرت موجود تھے اور آنے جانے والوں کا تو تانتا بندھا ہوا تھا۔ میں نے ہر ایک کوچوان سے یہی پوچھنا شروع کیا کہ میرا بیگ آپ کے ٹانگہ میں رہ گیا ہے؟ سبھی نے نفی میں جواب دیا اور اگرچہ بعض نے اظہار ہمدردی بھی کیا لیکن اکثر نے کھلا مذاق اڑایا کہ ہم تو ابھی گھر سے آرہے ہیں، ہم نے تو کوئی سواری بٹھائی ہی نہیں۔ ایک کو یہ پھبتی بھی سوجھی کہ یہ عجیب شخص ہے جو ہر ٹانگے میں بیٹھنے کا دعویٰ کررہا ہے۔ غرضیکہ جتنے منہ اتنی ہی باتیں۔ میں اس پریشان خیالی میں خاصی دیر تک سرگرداں رہا کہ اچانک ایک ٹانگہ تیزی سے میرے سامنے آکھڑا ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا مالک میرا بیگ تھامے ہوئے نیچے اتر رہا ہے اور ساتھ ہی مجھے مخاطب کرکے کہہ رہا ہے کہ میں صبح سے تمہاری تلاش میں ہوں۔ مَیں نے لاہور کا کونہ کونہ چھان مارا ہے۔ یہ لو اپنی امانت!! مَیں اس شخص کی دیانتداری پر حیران رہ گیا۔ حق یہ ہے کہ لاہور جیسے وسیع وعریض شہر میں کسی ٹانگہ بان سے گمشدہ متاع کا دوبارہ مل جانا یقیناً ایک معجزہ تھا جو حضور انور کی القائی دعا کی برکت سے رونما ہوا۔

(ھفت اقلیم کے تاجدار۔ صفحہ 5تا7)



آخر میں مکرم شیخ محمد حسن صاحب کا ایک واقعہ اُن کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

یہ اُن دنوں کی بات ہے جب جامعہ احمدیہ احمد نگر میں تھا۔ مکرم حکیم خورشید احمد صاحب احمدیہ لائبریری میں کام کرتے تھے انہوں نے مجھے تقریباً بارہ کتابیں جلد بندی کے لئے دیں۔ مَیں اُن دنوں فیصل آباد (لائلپور) میں رہتا تھا۔ کتابیں تیار ہونے پر خاکسار بس پر سوار ہوا اور کتابیں کہیں راستہ میں گر گئیں۔ مجھے بہت فکر ہوئی کتابوں کے گم ہونے کا بہت سخت صدمہ ہوا۔ پھر ایک دم میں نے حوصلہ کیا اور کتابوں کو ڈھونڈنے کا پکا ارادہ کرلیا اور اس پکے ارادے کے ساتھ اللہ کا نام لے کر وہیں احمد نگر سے مولوی صاحب سے اُن کی سائیکل لی اور پھر لائل پور والے رُوٹ پر چل نکلا۔ راستہ بھر ہر شخص کو پوچھتا جارہا تھا لیکن کوئی امید نہیں نظر آرہی تھی۔ ہر انکار پر میری مایوسی بڑھتی جارہی تھی لیکن مَیں دعائیں کرتا ہوا آگے سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ رجوعہ کے قریب کچھ مزدور سڑک بنا رہے تھے۔ ان کے پاس رکا اور کتابوں کا پوچھا ان میں سے ایک نے بتایا کہ یہ ایک کتاب ہمیں یہاں سڑک سے ملی ہے اور ایک کتاب ہم نے اس گاؤں کے جوائی (داماد) کے پاس دیکھی ہے۔ یہ گاؤں وہاں سے ایک میل کے فاصلہ پر ہوگا اور مَیں اس شخص کا نام پوچھتا پچھتا تا اس کے گھر تک پہنچ گیا۔ وہ شخص ابھی گھر نہیں پہنچا تھا لیکن اُس کی بوڑھی ماں موجود تھی اُس کو میں نے اپنی ساری بات بتائی۔ اُس نے میری ساری بات سنی اور بڑی محبت سے بٹھایا اور گرم گرم دودھ پیش کیا جسے پی کر میری جان میں جان آئی کیونکہ میں صبح سے بھوکا پیاسا کتابوں کی پریشانی میں کھانا پینا سب بھول چکا تھا۔ پھر وہ شخص بھی آگیا اور آتے ہی پوچھا کہ کیا آپ کتاب لینے آئے ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں اور اس طرح الحمدللہ مجھے دو کتابیں مل چکی تھیں۔ اُس شخص نے مجھے ایک اور راہ دکھائی اور کہا دوسرے گاؤں کے سکول ماسٹر کو مل لیں ہوسکتا ہے وہ آپ کی کوئی مدد کردے۔ کیونکہ سکول کی چھٹی کے وقت بچے اُس سڑک سے گزرتے ہیں۔ ہوسکتا ہے اُن بچوں میں سے کسی کو کوئی کتاب ملی ہو اس لئے آپ اس سکول کے ہیڈ ماسٹر کو ضرور مل لیں اور ساتھ اُس نے ایک رقعہ بھی ہیڈ ماسٹر صاحب کے نام مجھے لکھ کر دے دیا۔ وہ خاتون جس نے مجھے گرم گرم دودھ پلایا تھا اُس کو کافی تیز بخار تھا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا کہ میں لائلپور جا کر تمہیں 693 کی گولیاں لا کر دوں گا۔ ان دنوں یہ دوائی بخار کو توڑنے کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو مل کر پھر ادھر سے ہی گزرنا تھا اس لئے اپنی کتابیں ادھر ہی چھوڑ دیں اور رقعہ لے کر سکول والے گاؤں چلا گیا۔ ہیڈ ماسٹر جن کا نام علی احمد تھا بہت ہی شریف انسان تھے۔ انہوں نے فوراً ہی سکول کے بچوں سے رابطہ کیا اور اس طرح آہستہ آہستہ ساری کتابیں اسی گاؤں سے مل گئیں۔ میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے اجازت چاہی کہ میں لائل پور سے اس بوڑھی عورت کے لئے دوائی لے آؤں۔ جب ماسٹر صاحب کو یہ علم ہوا کہ میں صرف دوائی لینے جارہا ہوں تو انہوں نے دوائی بھی میرے ہاتھ پر رکھ دی اور کہا اب آپ رات کو یہاں آرام کریں صبح کو چلے جائیں۔ اتنی دوڑ دھوپ میں کافی تھک گئے ہوں گے۔ اس بیمار خاتون کو دوائی دی۔ جس پر وہ بہت خوش ہوئی۔ اُس نے مجھے مکئی کی روٹی اور سرسوں کے ساگ کے ساتھ میری دعوت کی۔ وہاں سے میں اُن دونوں ماں بیٹے کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کتابیں لے کر اپنی اصل منزل کی طرف چل پڑا۔ دل میں مجھے یقین نہیں ہورہا تھا کیسے اللہ تعالیٰ نے کرم کیا یہ ایک معجزہ سے کم نہیں تھا کہ اس طرح سے بکھری ہوئی کتابیں مل جائیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے احسان ہیں مجھ پر کہ اُس نے اس ناممکن کو ممکن میں بدل دیا۔ مَیں نے جامعہ احمدیہ کی یہ کتابیں واپس کرکے نفل ادا کئے کہ اُس ذات پاک نے میری لاج رکھی اور ناممکن کو ممکن کردکھایا۔

(میری پونجی۔ صفحہ259تا260)

امام اور خلیفہ کی ضرورت

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

''اگر ایک امام اور خلیفہ کی موجودگی میں انسان یہ سمجھے کہ ہمارے لئے کسی آزاد تدبیر اور مظاہرہ کی ضرورت ہے تو پھر خلیفہ کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ امام اور خلیفہ کی ضرورت یہی ہے کہ ہر قدم جو مومن اٹھاتا ہے اس کے پیچھے اٹھاتا ہے، اپنی مرضی اور خواہشات کو اس کی مرضی اور خواہشات کے تابع کرتا ہے۔ اپنی تدبیروں کو اس کی تدبیروں کے تابع کرتا ہے، اپنے ارادوں کو اس کے ارادوں کے تابع کرتا ہے، اپنی آرزوؤں کو اس کی آرزوؤں کے تابع کرتا ہے، اپنے سامانوں کو اس کے سامانوں کے تابع کرتا ہے۔ اگر اس مقام پر مومن کھڑے ہو جائیں تو ان کے لئے کامیابی اور فتح یقینی ہے۔''

(الفضل 4 ستمبر 1937)

خالد احمدیت حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری نے ایک آٹوگراف بک پر اپنے قلم سے تحریر فرمایا:

''ہماری زندگی کا جہاز جب ساحل پر پہنچتا ہے تو ہر مسافر اپنے سامان کے ساتھ نئی زمین پر اُترتا ہے۔ چاہئے کہ ہمارا سامان عمدہ، پاکیزہ اور آئندہ زندگی کے لئے مفید ہو۔''

اعلان برائے داخلہ

جامعہ احمدیہ یوکے 2017ء

جامعہ احمدیہ یوکے کی درجہ ممہدہ کیلئے داخلہ ٹیسٹ (تحریری امتحان و انٹرویو) 14 اور 15 جولائی 2017ء کو انشاء اللہ جامعہ احمدیہ یوکے میں ہوگا۔
داخلہ ٹیسٹ میں شمولیت کے قواعد حسب ذیل ہیں:۔

تعلیمی معیار

درخواست دہندہ کے کم از کم چھ مضامین میں جی سی ایس ای (GCSE) کم از کم تین مضامین میں اے لیولز (A-Levels) یا اس کے مساوی تعلیم میں C گریڈ سے کم گریڈ یا 60٪ سے کم نمبر نہ ہوں۔

عمر

جی سی ایس سی (GCSE) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 17 سال اور اے لیولز (A-Levels) پاس کرنے والے طالب علم کی زیادہ سے زیادہ عمر 19 سال ہونی چاہیئے۔

میڈیکل رپورٹ

درخواست دہندہ کی صحت کے متعلق ڈاکٹر (GP) کی طرف سے تفصیلی میڈیکل رپورٹ انگریزی زبان میں درخواست کے ساتھ منسلک ہونی چاہیئے۔

تحریری ٹیسٹ و انٹرویو

درخواست دہندہ کا ایک تحریری ٹیسٹ اور ایک انٹرویو ہوگا۔ جس میں سے ہر دو میں پاس ہونا لازمی ہے۔ انٹرویو کیلئے صرف اسی کینڈیڈیٹ کو بلایا جائے گا جو تحریری ٹیسٹ میں کامیاب قرار پائے گا۔ تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو کیلئے قرآن کریم ناظرہ، وقف نو سلیبس اور انگریزی و اردو زبان لکھنا، پڑھنا اور بولنا بنیادی نصاب ہوگا۔ تاہم ترجمہ قرآن کریم اور کتب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بھی کینڈیڈیٹ کا اس طور پر جائزہ لیا جائے گا کہ اس میں ان کے پڑھنے کا رجحان موجود ہے کہ نہیں۔

درخواست دینے کا طریق

درخواست، متعلقہ درخواست فارم پر درج ذیل دستاویزات کے ساتھ ہی قابل قبول ہوگی:۔

۱۔ درخواست فارم مع تصدیق نیشنل امیر صاحب۔

۲۔ درخواست دہندہ کی صحت کی بابت تفصیلی میڈیکل رپورٹ (بزبان انگریزی)۔

۳۔ جی سی ایس سی / اے لیولز کے سرٹیفیکیٹ کی مصدقہ نقل۔ نتیجہ کے انتظار کی صورت میں سکول یا ٹیوٹر کی طرف سے متوقع گریڈز (Projected Grades) پر مشتمل خط۔

۴۔ پاسپورٹ کی مصدقہ نقل۔

۵۔ درخواست دہندہ کی ایک عدد پاسپورٹ سائز فوٹو۔

متفرق ہدایات

۱۔ درخواست میں کینڈیڈیٹ کے نام کے سپیلنگ وہی لکھے جائیں جو پاسپورٹ میں درج ہیں۔

۲۔ مصدقہ درخواست جامعہ احمدیہ یوکے میں 30 جون 2017ء تک پہنچنی لازمی ہے، اس کے بعد موصول ہونے والی درخواستوں پر کارروائی نہیں کی جائے گی۔

۳۔ جامعہ احمدیہ یوکے کا ایڈریس درج ذیل ہے:۔

Jamia Ahmadiyya UK
Branksome Place
Hindhead Road
Haslemere GU27 3PN

Tel: +44(0)1428647170
+44(0)1428647173
Mob: +44(0)7988461368
Fax: +44(0)1428647188

۴۔ رابطہ کیلئے جامعہ احمدیہ کے اوقات سوموار تا ہفتہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر دو بجے تک ہیں۔

(پرنسپل جامعہ احمدیہ یوکے)

مجلس شوریٰ 2016ء کا انعقاد



مجلس انصاراللہ یوکے کی سالانہ مجلسِ شوریٰ سال 1916ء کا انعقاد 18 دسمبر بروز اتوار بمقام بیت الفتوح ہوا۔

تلاوتِ قرآن مجید، عہد اور دعا کے بعد شوریٰ نمائندگان کو حضورِ اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب برموقع مجلس شوریٰ جماعت احمدیہ یوکے کا کچھ حصہ دکھایا گیا۔

بعدازاں صدر مجلس انصاراللہ نے ممبرانِ شوریٰ کو حضرت مصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات کی روشنی میں اُن کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور مجلس انصاراللہ یوکے کی مختصر رپورٹ کارگزاری پیش کی۔

اس کے بعد گزشتہ سال کی منظور شدہ سفارشات کی روشنی میں مکرم نائب صدر صاحب صف دوم اور مکرم قائد صاحب مال نے اپنی رپورٹس پیش کیں۔ پھر مکرم قائد صاحب عمومی نے وہ تجاویز پڑھ کر سنائیں جو امسال کے ایجنڈا میں شامل نہیں کی گئیں۔ بعدہ اس سال کے ایجنڈا کی روشنی میں چار سب کمیٹیاں تشکیل دی گئیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

سب کمیٹی تربیت: صدر مکرم ڈاکٹر زاہد خان صاحب۔ سیکرٹری مکرم ظہیر احمد خان صاحب۔

سب کمیٹی تعلیم: صدر مکرم عبدالغفار عابد صاحب۔ سیکرٹری مکرم مبارک احمد چیمہ صاحب۔

سب کمیٹی تبلیغ: صدر مکرم شیخ رفیق احمد طاہر صاحب۔ سیکرٹری مکرم شکیل احمد بٹ صاحب۔

سب کمیٹی مال: صدر مکرم سید امتیاز احمد صاحب۔ سیکرٹری مکرم عبدالمنان اظہر صاحب۔

بعدازاں سب کمیٹیوں کے اجلاسات کا آغاز ہوا۔ اس دوران نماز ظہر و عصر اور کھانے کے وقفہ کیا گیا۔ سب کمیٹیوں کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد بعد نمازِ مغرب ساڑھے چار بجے مجلس شوریٰ کی کارروائی دوبارہ شروع ہوئی جو شام ساڑھے سات بجے تک جاری رہی۔

بعدازاں مجلس شوریٰ کی مکمل رپورٹ مع سفارشات برائے منظوری و ہدایت، حضورِ اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کی گئی جس کو حضورِ اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت منظور فرمالیا۔

ریفریشر کورس مجلس انصار اللہ یو کے 2017ء

امسال مجلس انصار اللہ یو کے کے عہد داران کے دو ریفریشر کورسز منعقد کئے گئے۔

پہلا ریفریشر کورس 15 جنوری 2017ء کو بمقام طاہر ہال بیت الفتوح منعقد ہوا۔ اس ریفریشر کورس میں لندن اور قریب کے دیگر ریجنز کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس طرح مجموعی طور پر 11 ریجنز کی 85 مجالس نے شرکت کی۔

دوسرا ریفریشر کورس 22 جنوری 2017ء کو بمقام مسجد دار الامان مانچسٹر منعقد ہوا جس میں 4 ریجنز کو مدعو کیا گیا تھا۔ اس طرح ان ریجنز کی 35 مجالس نے شرکت کی۔





ان ریفریشر کورسز میں 6 شعبہ جات کی علیحدہ بیک وقت میٹنگز منعقد کی گئیں جن میں شعبہ جات مال، تبلیغ، تربیت، تعلیم اور عمومی شامل تھے۔ اس کے علاوہ نائب زعما صف دوم اور نائب ناظم اعلیٰ صف دوم کی بھی الگ میٹنگ کی گئی۔ ان میٹنگز میں متعلقہ شعبہ جات کے قائدین اور نائب قائدین کے علاوہ ریجنز کے ناظمین اور مجالس میں سے متعلقہ شعبہ جات کے منتظمین نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تجربہ کافی کامیاب رہا۔

رجسٹریشن کا آغاز صبح 9 بجے ہوا اور باقاعدہ پروگرام کا آغاز صبح 10 بجکر 30 منٹ پر تلاوت قرآن کریم کے ساتھ ہوا۔ عہد اور دعا کے بعد قریباً 11 بجے مندرجہ بالا شعبہ جات کی میٹنگز 6 مختلف مقامات پر منعقد ہوئیں جو کہ 12 بجکر 45 منٹ تک جاری رہیں جبکہ اس دوران باقی ماندہ عہدیداران، زعماء مجالس اور ریجنل ناظمین اعلیٰ کی میٹنگ صدر مجلس انصار اللہ اور نائب صدران کے ساتھ جاری رہی۔ اس دوران قائدین نے اپنا پروگرام برائے سال 2017ء بھی پیش کیا۔ پہلے سیشن کا اختتام پونے ایک بجے ہوا۔





نمازوں اور کھانے کے وقفہ کے بعد پروگرام کا دوبارہ آغاز تلاوتِ قرآن کریم سے ہوا۔ اس سیشن میں تمام قائدین اور عہدیداران شامل ہوئے جبکہ چند قائدین نے اپنا سالانہ پروگرام پیش کیا۔ شعبہ جات کے پروگراموں کے دوران بھی عہدیداران کو سوالات کرنے کا موقع دیا گیا تھا جبکہ اس کے علاوہ پروگرام کے آخر پر تقریباً 1 گھنٹہ سے زائد سوال و جواب کے لئے علیحدہ سے بھی مختص کیا گیا تھا جس میں شاملین نے بھرپور حصہ لیا۔ ان رفریشر کورسز میں یو کے بھر کے 15 ریجنز کی مجالس عاملہ نے شرکت کی اور مجموعی طور پر 1005 عہدیداران شامل ہوئے۔ اس پروگرام کا اختتام شام ساڑھے چار بجے ہوا۔

تبلیغ ٹریننگ

مجلس شوریٰ 2016ء میں تبلیغ کے متعلق جو تجویز تھی اور Shura Recommendations میں شامل تھی یعنی تبلیغ ٹریننگ ورکشاپس کے انعقاد کا پروگرام قیادت تبلیغ کے سالانہ پروگرام میں شامل کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں جنوری 2017ء میں ایک نیشنل، ایک ریجنل اور تین لوکل تبلیغ ٹریننگ ورکشاپس منعقد کروانے کی توفیق ملی ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل اور خاص مدد سے دعوتِ الی اللہ کے کام کو بہترین رنگ میں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور تمام حصہ لینے والوں کو اس سے بھرپور فائدہ اُٹھانے اور میدانِ عمل میں کامیابیوں سے نوازے۔ اللہ تعالیٰ مجلس انصاراللہ برطانیہ کو اس نئے سال میں بھی، دعوتِ الی اللہ کے کام میں مزید ترقیات سے نوازے۔ آمین

(خاکسار شکیل احمد بٹ۔ قائد تبلیغ)

نیشنل تبلیغ ٹریننگ ورکشاپ

قیادت تبلیغ کے تحت 29 جنوری 2017ء بروز اتوار نیشنل تبلیغ ٹریننگ ورکشاپ کا انعقاد مسجد بیت الفتوح میں کیا گیا جس میں گیارہ ریجنز کے ریجنل ناظمین تبلیغ اور بعض ریجنز کے ناظمین اعلیٰ بھی شامل ہوئے۔ اسی طرح 70 مجالس میں سے شامل ہونے والے نمائندگان اور داعیانِ الی اللہ کی تعداد 200 تھی۔

اس پروگرام کے پہلے سیشن کی صدارت مکرم ڈاکٹر منصور ساقی صاحب نے کی۔ اس سیشن میں مختلف موضوعات پر ٹریننگ دی گئی۔ تلاوت قرآنِ کریم اور عہد انصار اللہ کے بعد مکرم عبدالودود خان صاحب ایڈیشنل قائد تبلیغ نے تبلیغ ٹریننگ ورکشاپس کے متعلق Shura Recommendation پڑھ کر سنائی۔

مکرم ندیم الرحمان صاحب معاون صدر نے اپنے تجربات بحیثیت ایک ٹیچر بیان کئے اور بتایا کہ اسکولوں کے ساتھ روابط بڑھانے اور اسکولز میں تبلیغی نمائشیں اور لیکچر کروانے کے لئے کون سے ذرائع اپنائے جاسکتے ہیں۔

مکرم ڈاکٹر شکیل احمد صاحب نائب قائد تبلیغ نے کہا کہ مختلف طریق سے تبلیغی پروگراموں میں آنے والے مہمانوں کی دلچسپی کو مدِنظر رکھا جائے۔ کچھ ایسے مہمان بھی ہوں گے جو مذہب میں دلچسپی لیتے ہوں گے اور کچھ ایسے بھی ہوں جن کا خدا پر بھی ایمان نہیں ہو گا۔ اس لئے ان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے ان امور کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

مکرم پروفیسر محمد نواز صاحب نائب قائد تبلیغ نے ون ٹو ون میٹنگز کی افادیت اور ہمسایوں اور دیگر زیرِ تبلیغ افراد سے روابط کو بڑھانے کے کچھ طریق بیان کئے۔

مکرم فرہاد احمد صاحب (مربی سلسلہ) جو کہ انٹرنیشنل میڈیا سیل میں خدمات بجا رہے ہیں۔ انہوں نے میڈیا کے ساتھ رابطے بنانے کے طریق بیان کئے اور بتایا کہ میڈیا کو تبلیغی پروگراموں میں شامل کروانے اور انگلش پرنٹ میڈیا کے ذریعے پروگراموں کی اشاعت کروانے کے کون کون سے ذرائع ہوسکتے ہیں۔

مکرم بشیر طاہر صاحب ممبر قیادت تبلیغ ٹیم نے تبلیغ اسٹالز کی پریزنٹیشن کے طریق بیان کئے اور ایک Model اسٹال اسٹیج پر Organise کر کے بھی دکھایا۔

مکرم شیخ رفیق طاہر صاحب ایڈیشنل قائد تربیت کے ذمہ بیعت کے حصول کے لئے ٹریننگ رکھی گئی تھی۔ انہوں نے ایک ناصر مکرم مشہود بٹ صاحب کو بیعت کے حصول کے دوران پیش آنے والے ذاتی تجربات بیان کرنے کے لئے دعوت دی ہوئی تھی۔ انہوں نے مختلف طریق بیان کئے۔

وقفہ نماز ظہر اور کھانے کے بعد دوسرا سیشن مکرم خالد محمود صاحب کی زیرِ صدارت منعقد کیا گیا۔

خاکسار شکیل احمد بٹ صاحب قائد تبلیغ نے تبلیغ کے لئے مجلس انصاراللہ برطانیہ کے تحت کی جانے والی کوششوں کا ذکر کیا اور اس سال کے تبلیغ ٹارگٹس بتائے جن کو حاصل کرنے کے لئے بھرپور کوشش کرنی ہے۔ انشاءاللہ

مکرم رجبہ برہان صاحب مربی سلسلہ جامعہ کے ساتھ مجلسِ سوال و جواب منعقد کی گئی۔

ریجنل تبلیغ ٹریننگ ورکشاپ ریجن NOOR

4 دسمبر 2016ء کو ریجن نور کے تحت تبلیغ ٹریننگ ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں ریجن کی تمام مجالس کے زعماء اور ناظمین تبلیغ و نمائندگان اور داعیانِ الی اللہ 64 کی تعداد میں شامل ہوئے۔

مکرم احمد نصیر الدین صاحب ناظمِ اعلیٰ نے اس پروگرام کی صدارت فرمائی۔ اس پروگرام میں مکرم مشہود احمد صاحب اور مکرم ابرار شاہ صاحب کو دعوت دی گئی تھی۔ اس میں درج ذیل موضوعات کو شامل کیا گیا تھا:

Importance of One to One Tabligh activities and how we start one to one Tabligh, need basic knowledge of Jamaat and own interest to become a best Dayee.

ریجنل تبلیغ ٹریننگ ورکشاپ ریجن South

8 جنوری 2017ء کو ریجن ساؤتھ کے تحت تبلیغ ٹریننگ ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس میں ریجن کی تمام مجالس کے زعماء، ناظمین تبلیغ و نمائندگان اور داعیانِ الی اللہ 205 کی تعداد میں شامل ہوئے۔

مکرم ڈاکٹر اعجاز الرحمان صاحب صدر مجلس انصار اللہ برطانیہ نے اس پروگرام کی صدارت کی۔ مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن نے تبلیغ کی اہمیت اور اس فریضہ کو ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ نیز آپ نے انصار کی طرف سے کئے جانے والے سوالات کے جواب بھی دیئے۔ بعد ازاں تبلیغ کے میدانِ عمل میں نمایاں خدمت کی توفیق پانے والوں میں انعامات تقسیم کئے گئے۔

عرصہ دورانِ رپورٹ لوکل تبلیغ ٹریننگ ورکشاپس تین مجالس یعنی South Cheam, Mitcham & Wimbledon میں منعقد کی گئیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام پروگراموں کے بہترین نتائج ظاہر فرمائے اور ہماری کوششوں کو ثمر بار فرمائے۔ آمین

Elephant
DRIVING SCHOOL

Become a Driving Instructor
080 0772 0061



Highly qualified driver training establishment with:

- ☑ Official Register of Driving Instructor Trainers (ORDIT)
- ☑ DVSA Approved Fleet Registered Trainers
- ☑ Grade 6 / Grade A (Highest Grade)
- ☑ DVSA Cardington Special Test Grade A (Highest Grade)
- ☑ Institute of Advanced Motorists (IAM) F1RST / MASTERS (Highest Grade)
- ☑ The Royal Society for the Prevention of Accidents (RoSPA) GOLD / Diploma (Highest Qualification)
- ☑ DIAmond Advanced / Special Test, and Fully Qualified DIAmond Advanced Instructors (Highest Qualification)
- ☑ Driving Instructor Association (DIA) Diploma In Driving Instruction (Dip DI)
- ☑ Level 4 Award in Preparing to Teach in Lifelong Learning Sector (PTLLS)












www.elephant-driving-school.co.uk



info@elephant-driving-school.co.uk

Other services we offer:

- ☑ Advanced Driver And Development Course
- ☑ Advanced Driving Test Preparation Course
- ☑ ORDIT Training / To Become an ORDIT Trainer
- ☑ Automatic / Manual Driving Lessons
- ☑ Defensive Driver Training
- ☑ Disabled Driving Lessons
- ☑ UK Familiarisation Driving Course
- ☑ Driving Theory Test Training
- ☑ Fleet ADI Training / To Become a Fleet Trainer
- ☑ Intensive Driving Course
- ☑ Mock Driving Tests
- ☑ Motorway Driver Training
- ☑ Pass Plus Training
- ☑ Refresher Driving Lessons
- ☑ ADI Standards Check Training & Rescue
- ☑ Cardington Special Test Training
- ☑ ADI Client Centred Training

Elephant Driving School
Greater London & Surrey
64 Dresden House Dagnall Street
London SW11 5DP
0203 633 2535

Elephant Driving School
West Yorkshire
22 Crosland Hill Road Huddersfield
West Yorkshire HD4 5NU
0148 444 3203

A change in the rate of Chanda Ijtema Ansarullah, UK

Following recommendation from Majlis Ansarullah Shura 2016, Hadhrat Khalifatul Massih V أیدہ اللّٰہ تعالیٰ بنصرہ العزیز has graciously approved a change in Chanda Ijtema which has been fixed at a rate of 2.5 % of a months income to be paid once in a year or £15, whichever is greater.

In order to make it easier to calculate, following example should be kept in mind that you require to change your Ijtema contributions if your monthly Chanda Majlis is more than £6 per month or £72 per annum. You should pay £15 Chanda Ijtema annually if your Chanda Majlis is lower than the above figure.

It is requested that Ansar keep this amendment in mind while paying Chanda Ijtema.

تبدیلی شرح چندہ اجتماع

مجلس انصار اللہ شوریٰ 2016 کی سفارش پر حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے چندہ اجتماع کی شرح میں مندرجہ ذیل تبدیلی منظور فرمائی ہے۔

چندہ سالانہ اجتماع جو کہ سال میں ایک دفعہ ماہانہ آمد پر اڑھائی فیصد یا کم از کم 15 پاؤنڈ جو بھی اس میں سے زیادہ ہو گا مقرر کیا گیا ہے۔

انصار بھائیوں کی آسانی کے لئے تحریر ہے کہ مندرجہ ذیل مثال کو ذہن میں رکھیں

اگر آپ کا چندہ مجلس 6 پاؤنڈ ماہانہ یا 72 پاؤنڈ سالانہ (تقریباً) سے زائد ہے تو آپ کو چندہ اجتماع میں تبدیلی کرنا چاہئے۔ اگر اس سے کم ہے تو پھر چندہ اجتماع 15 پاؤنڈ سالانہ ہو گا۔

کیا آپ نے اس کے مطابق اپنی ادائیگی شروع کر دی ہے؟